اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد ۔۔۔ ۳۰
شمارہ ۔۔۔ ۶
شوال ۔۔ ۱۴۱۵ھ
مارچ ۔۔ ۱۹۹۵ء

بیاد
حضرۃ مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ
مدیر :۔ عبدالقیوم حقانی

مدیر اعلیٰ
حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم۔ شفیق فاروقی

ایگزیکٹو ایڈیٹر
حافظ راشد الحق سمیع

فون ۴۳۰، ۴۳۵ (۰۵۲۴۹) کوڈ

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۱۰۰/- روپے فی پرچہ ۱۰/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۱۶/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۲۰/- ڈالر

سمیع الحق استاد دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

نقشِ آغاز — قومی و ملی یکجہتی کانفرنس

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم اور جمعیۃ علماء اسلام کے قائد حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی دعوت پر ۲۴ مارچ ۱۹۹۵ء کو مختلف مکاتب فکر اور تمام مذہبی جماعتوں کے قائدین اور نمائندہ وفود نے قومی و ملی یکجہتی کانفرنس منعقدہ ہالیڈے ان اسلام آباد میں شرکت کی قومی و ملی یکجہتی کونسل کے نام سے ایک وسیع تر اور مضبوط دینی اتحاد کا قیام عمل میں آیا جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر مولانا احمد شاہ نورانی صدر اور مولانا سمیع الحق مدظلہ اس کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔

تقریباً گذشتہ دو صدیوں سے پوری امت مسلمہ اپنی قسمت کے ایسے پھیر میں آئی ہوئی ہے کہ ہر صبح اس کے لیے ایک نیا فتنہ، ایک نئی آفت اور بعض اوقات فرقہ واریت کی آگ میں، دہشت گردی اور تشدد وبہیمیت کے ایسے ایسے فتنہ ہائے خفتہ جگا کر نمودار ہوتی ہے کہ انسانیت کہ انسانیت پیٹ کے رہ جاتی ہے اور ہر شام اپنے ساتھ درد والم، جبر واستبداد اور ظلم و بربریت کی ایک نئی تاریخی سانحہ لاتی ہے سیاسی طور پر کفر کی تمام طاقتیں اسے ہمیشہ کے لیے اپنا غلام بنا لینے کی فکر میں ہیں معاشی طور پر امت دنیا کے بہترین قدرتی وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود غیروں کی سی دست نگر بنی ہوئی ہے اخلاقی طور پر اس نے وہ تمام اعلیٰ اوصاف گم کر دیئے ہیں جس نے کبھی اس کو دنیائے انسانیت کی امامت عطا کی تھی علمی طور پر اس کے دشمنوں کی طرف سے اس پر تابڑ توڑ حملے ہو رہے ہیں اور ذہنی طور پر یہ خود ان حملوں سے سہم کر فکر و نظر کے دوسرے راستے تلاش کرنے کی فکر میں ہے غرض جس پہلو سے بھی دیکھیے فتنوں کی ایک بارش ہے جو اس پر برس رہی ہے فرقہ واریت کی آگ ہے جو اس پر لپیٹ چلی آ رہی ہے اور اسے جلا کر خاکستر بنا دینا چاہتی ہے پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہونے کے پیش نظر اس کا سب سے پہلا ہدف ہے جہاد افغانستان، جہاد کشمیر، دینی مدارس، اسلامی نظام تعلیم اور آزاد دینی اداروں اور مذہبی تنظیموں کے وسیع تر دینی کاموں اور اسلامی انقلاب کے کارکنوں کا راستہ فوجوں کی یلغار سے نہیں روکا جا سکتا تھا اس کا ایک حل تھا کہ انہیں آپس میں ٹکرا دو، دینی جذبہ، جہادی عزائم اور اعلاء کلمۃ الحق کے لیے قربان ہونے والی بہترین صلاحیتیں اسی عنوان اور اسی نظریے سے گروہی مسلکی حزبی خود ساختہ اور نام نہاد دینی تصورات کے مصرف میں لگا دی جائیں، امت باہم مشت وگریباں ہو۔

ہیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ خانہ جنگیوں میں مصروف کر دیا جائے گا، واقتدار کے لیے آپس میں
ائیوں کے ساتھ ساتھ علمی اور دینی سطح پر بھی ان کی بہت سی قیمتی توانائیاں اصل دشمن کا مقابلہ کرنے کے
بائے ان فروعی مسائل پر جھگڑوں میں صرف کر دی جائیں جو نہ کبھی طے ہوئے ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں ان چھوٹی چھوٹی
توں پر وہ ایک دوسرے کا گریبان تھامتے، کیچڑ اوچھالتے، طعن وتشنیع کا ہدف بنانے اور بہ حالات موجودہ
زورت پڑنے تو کلاشنکوف سے بھون ڈالنے کے جدید کلچر میں اس قدر محو کر دیا جائے کہ ملت اسلامیہ کے
صل مسائل ان کی نظروں سے اوجھل رہیں اور اصول دین کا میدان وہ اپنے دشمنوں کی یلغار کے لیے خالی
چھوڑ دیں -

چنانچہ کفر کی طاغوتی طاقتیں اپنے مشن میں کامیاب ہوئیں باطل اور ظلم وتشدّد اور کفر کے یلغار کے
خلاف اٹھنے والے ہاتھوں نے اپنے بزرگوں اور اپنے ہی مسلمانوں کے گریبان پھاڑ ڈالے دیکھتے ہی دیکھتے
ملک میں فتنہ بازی اور فرقہ واریت کے عفریت کیسے کیسے علما، قائدین، مبلغین، مجاہدین اور نونہالانِ ملت کو نگل دیا۔
ایک حدیث میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ ایک زمانے میں تمھارے گھروں میں فتنے
اس طرح نازل ہوں گے جس طرح بارش کے قطرے گرتے ہیں آج وہ نبوی پیشگوئی حرف بہ حرف پورا ہوتے
نظر آ رہی ہے۔

اور اب امت ایک بھٹکے ہوئے مسافر کی طرح ایک خطرناک چوراہے پر آ کھڑی ہے جس کے چاروں
طرف آگ ہی آگ ہے اور اسے کوئی مستقل پناہ میسر نہیں آگ بجھانے کی تدبیریں ایک ایک کر کے آزمائی
گئیں مگر آگ ہے کہ بڑھتی چلی جا رہی ہے اور بدقسمتی سے جن کی ذمہ داری تھی کہ وہ خود کو بھی آگ سے بچا لیں
اور اپنے پیروکاروں کو بھی، بلکہ آگے بڑھ کر آگ کو بجھائیں۔ مگر بدقسمتی کہ انھی ذمہ دارانِ قوم وملت
سے دانستہ یا نادانستہ طور پر جلتی پر تیل چھڑکانے کا کردار ادا کرایا جا رہا ہے۔ ایسے حالات میں ضرورت تھی
کہ بہی خواہانِ امت، زعمائے قوم اور غمگساران ملت، امت کو ایک ایسا لائحہ عمل دیں کہ پھر سے ساری امت متحد اور
منظم ہو کر پوری بیدار مغزی کے ساتھ ان تمام فتنوں، سازشوں اور عالمی دہشت گردی کا مقابلہ کرے جو براہ راست
دین کے اصولوں پر حملہ آور ہیں جو ملت اسلامیہ کے وجود کو جلا کر خاکستر بنا دینا چاہتے ہیں جو ملک کی نظریاتی اساس
کے لیے مہلک اور اس کے وجود کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے کے درپے ہیں۔

اتفاق واتحاد اور باہمی ربط و اعتماد کی اس ضرورت کو تمام مکاتب فکر کے زعماء بڑی شدت سے محسوس کر رہے تھے اور واقعۃً یہ بھی ایک ایسی ضرورت ہے جس کے بارے میں آج تک کسی کو کلام نہیں ہوا شاید ہی کوئی مسلمان ایسا ہو جو ان جھگڑوں، باہمی انتشار اور کشت وخون کو امت کے لیے مضر اور خطرناک نہ سمجھتا ہو۔ چنانچہ بعض موثر حلقوں کی جانب سے اس سلسلہ میں قدم اٹھائے بھی گئے کچھ پیش رفت کا نام بھی لیا گیا اور اپنی حد تک کوششیں جاری رہیں مگر بدقسمتی سے منزل مقصود دور سے دور تر ہوتی چلی گئی اور اس سب کچھ کے باوجود بھی انتشار وافتراق کی صورت المناک سے المناک تر ہوگئی۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ بھی کافی عرصہ سے اس صورت حال سے آگاہ تھے اور اپنے تئیں بے چین رہتے تھے۔ موجودہ حالات میں فرقہ واریت کے عنوان سے عالمی دہشت گردی کے عفریت کو لگام ڈالنے اور اسے کھلا کھیل کھیلنے سے روک دینے کا واحد راستہ یہی تھا کہ مذہبی قوتیں اور دینی جماعتیں غم آشیاں کے بجائے "چمن بچاؤ" کے نظریہ اور لائحہ عمل پر کاربند ہوں اگر غم آشیاں کی فکر کو اصول دین سمجھ لیا جائے تو چمن کو آگ لگنے سے آشیاں کے جلانے میں وہ پتے بھی ہوا دینے لگتے ہیں جن پر آشیانہ قائم ہوتا ہے۔ مولانا سمیع الحق صاحب سمجھتے تھے اور ان کے لیے یہ بات حد درجہ تشویشناک تھی کہ جس اختلاف کو اس "چمن کی زیبائش" کا سبب بننا چاہیے تھا وہ اس کی بربادی کا سبب بن رہا ہے جس اختلاف کو امت کے لیے "رحمت" قرار دیا گیا تھا آج اسے امت نے اپنے لیے "زحمت" بنا لیا ہے اختلاف رائے کو "جھگڑے" کا ہم معنیٰ سمجھ کر آپس کی خانہ جنگیوں میں مبتلا ہوگئے اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ آج دین، دیندار، اور دینی جماعتیں، دہشت گردی کے عنوان سے متعارف ہونے لگیں ہیں اور دین کے بنیادی مقاصد بری طرح مجروح ہو رہے ہیں۔ اس تکلیف دہ صورت حال کے پیش نظر انہوں نے اولاً انفرادی طور پر تمام مکاتب فکر کے قائدین اور علماء سے رابطہ کیا تمام صورتِ حال اور دردِ دل ان کے سامنے رکھا اتحاد کی ضرورت اور مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرنے کی دعوت دی اور خدا کا شکر کہ وہ اس میں کامیاب ہوگئے۔ کہ یہ سب کی دل کی آواز تھی، کانفرنس اور اس میں زعماء کے تقاریر وبیانات، مشترکہ لائحہ عمل اسی کا آئینہ دار ہے۔

مولانا سمیع الحق نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں فرقہ واریت کی موجودہ اذیت ناک اور تکلیف دہ صورتحال سے بچنے اور مسلمانوں کو متحد کر کے دین کے بنیادی مقاصد پر متوجہ کرنے کے لیے دس نکاتی فارمولا پیش کیا (جو شریک اشاعت ہے) سب نے اس کو سراہا اور اسی کی روشنی میں مستقبل کا متفقہ لائحہ عمل تیار کیا گیا۔

جہاں تک فروعات میں اختلاف رائے کا تعلق ہے اس کا ختم ہوجانا نہ معقول ہے اور نہ ممکن فروعی مسائل میں اختلاف ہرگز مذموم نہیں یہ اختلافات تو حضرات صحابہ کرامؓ کے زمانے سے چلے آرہے ہیں اور چودہ سو سالہ تاریخ کا کوئی موڑ اس سے خالی نہیں رہا بلکہ سب جانتے ہیں اور سب کو اس حقیقت کا اعتراف بھی ہے کہ رائے میں اختلاف (جب شرعی حدود کے اندر ہو) امت کی فکری بیداری اور علمی عروج و کمال پر دلالت کرتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب تک مسلمانوں میں فکر اور عقل و دیانت کی صلاحیتیں موجود ہیں اس وقت تک ان اختلافات کا مٹنا ممکن ہی نہیں۔

جب کہ دین کے بنیادی اصول میں کوئی اختلاف نہیں، مولانا سمیع الحق مدظلہ کے دس نکاتی فارمولے میں انہی بنیادی اصولوں اور سب کے ہاں متفقہ قدرِ مشترک پر دعوت اتحاد دی گئی ہے جسے سب نے قبول کرلیا ہے —— ہم اس موقع پر اتحاد کے داعی سمیت تمام مکاتب فکر کے قائدین اور زعمار قوم اور افراد ملت کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اسے ملک و قوم اور عالم اسلام کے لیے ایک بروقت اقدام اور اہم ضرورت قرار دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ اتحاد اور وحدتِ امت کی اس بروقت ضرورت سے تساہل اور غفلت برتی گئی یا کسی نے اعراض کیا وقت کی دردناک صورت حال اور پکار پر لبیک نہ کہا گیا تو ہمارا انجام بھی بڑا ہولناک ہوگا اور اس کے مرتکبین تاریخ میں میر جعفر اور میر صادق کا نقش ثانی بن کر رہ جائیں گے مسلمانوں کی تاریخ کے صفحات بھی اس قسم کے واقعات سے لبریز ہیں کہ جب بھی فروعی مسائل پر معرکے گرم ہوئے ہیں تو ہمیشہ کسی "فتنہ تاتار" نے ان سے فائدہ اٹھایا ہے اور پھر بعض اوقات تو ملکوں کے ملک اور قومیں کی قومیں عبرتوں اور حسرتوں کی داستان بن کر رہ گئی ہیں اگر خدانخواستہ یہاں بھی اسی مذموم تاریخ کو دہرایا گیا تو پھر آنسو بہانے اور آہیں بھرنے کے سوا کچھ نہیں کیا جاسکے گا۔

(عبدالقیوم حقانی)

از مولانا سمیع الحق مدظلہ

قومی ملی یکجہتی کانفرنس خطبہ استقبالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ قابل صد احترام علماء کرام، راہنمایان دین اور زعماء ملت!

میں آپ سب حضرات کا دل کی عمیق گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری عرضداشت کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے اس خصوصی اجلاس میں شرکت کی دعوت قبول فرمائی یہ اس امر کی دلیل ہے آپ قومی سطح پر پائے جانے والے مسائل کی شدت اور اس ضمن میں دینی جماعتوں کے مثبت وموثر کردار اہمیت سے نہ صرف آگاہ ہیں بلکہ خلوص قلب سے ایسے اقدامات کا عزم بھی رکھتے ہیں جو شدت پذیر کشید کو کم کرنے میں ممد ومعاون ہو سکتے ہیں پاکستان اسلامی نظام کے قیام کے لئے قائم ہوا لیکن مقدور بھر جدو کے باوجود ہم مستقل بنیادوں پر کوئی اجتماعی تحریک بپا نہ کر سکے۔ ہمارے باہمی اتحاد وتعاون کی اکثر کاوش سیاسی نوعیت کی مصلحتوں کے گرد گھومتی رہیں اور رفتہ رفتہ نہ صرف عمومی قومی معاملات میں ہمارا اثر ونفوذ ہوتا گیا بلکہ نظریاتی محاذ پر بھی ہماری آواز کی توانائی کم ہو گئی آج کا یہ اجلاس یقیناً تمام شرکاء کے اخلاص نیت مظہر ہے۔ اس وقت بارہ کروڑ عوام کی نگاہیں اسلام آباد کی طرف لگی ہیں اور وہ اس افق سے ایک آفتاب تازہ کی کی آس لگائے بیٹھے ہیں اور اگر خدانخواستہ ہم قوم کی امنگوں اور وقت کے تقاضوں کا ادراک نہ کر سکے تو ان قوتوں ناپاک عزائم کو یقیناً تقویت ملے گی جو اسلام اور پاکستان کے قلعے کی فصیلوں پر کمندیں ڈالنے کے لئے بے چین ہیں

علمائے محترم

میں اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہوں کہ میں ذاتی حیثیت میں نہ تو مسائل کی حقیقی نوعیت کے تمام پہلوؤں احاطہ کر سکتا ہوں اور نہ ہی پیچ در پیچ مسائل کی گتھیاں سلجھانے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ مجھے اس کا بھی دع نہیں کہ میں مختلف مسالک یا فقہی مکاتیب فکر کے درمیان کامل اتحاد و یکجہتی کا کوئی واضح منصوبہ رکھتا ہوں۔ او ہی میرے پاس کوئی ایسا حتمی نقشہ کار ہے جو ہر نوع کے اختلافات کا حتمی اور شافی علاج ہو۔ میں نے توا عجز وانکسار کے ساتھ اس نشست کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اور بھرپور دردمندی کے ساتھ آپ جیسے اہل علم وفضل سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں کہ ہمیں حالات وواقعات کی رفتار کا احساس کرتے ہوئے نہ صرف داخلی صور حال بلکہ عالمی تناظر میں بھی اسلام کو درپیش خطرات کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننا ہوگا۔ سوویت یونین شکست وریخت کے بعد مغرب نے باضابطہ طور پر اسلام کو اپنا اگلا ہدف قرار دے دیا ہے۔ اور عالمی سط اسلام کی نظریاتی اساس پر کاری ضرب لگانے کی منصوبہ بندیاں ہو رہی ہیں۔ پاکستان ہمیشہ عالم اسلام کے ا مضبوط قلعہ کے طور پر اپنا کردار ادا کرتا رہا ہے۔ اور آج بھی مادی و نظریاتی حوالے سے یہی سرزمین عالم ا کے مقاصد کی سربلندی اور احیائے اسلام کی فکری آبیاری کا عظیم مرکز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیشتر اسلامی مما میں ریاستی قوت کو اسلامی عناصر سے ٹکرانے کے بعد پاکستان میں بھی ایسی ہی تلخ تاریخ رقم کرنے کا منہ بنایا گیا ہے۔ ہمارے دشمنوں کو یقین ہے کہ اگر پاکستان کے نظریاتی حصار میں نقب لگا لی گئی تو نیل ساحل سے کاشغر کی خاک تک طوفان مغرب کے سامنے کوئی دفاعی لائن باقی نہیں رہے گی۔

بد قسمتی کی بات یہ ہے کہ پاکستان کی سیاسی قیادت، چاہے اس کا تعلق حکمران طبقے سے ہے یا حزب اختلاف سے، اس سیلاب بلا کی شدت کو محسوس کرنے یا اس کے سامنے بند باندھنے کے بجائے اس کی راہ ہموار کر رہی ہے کیونکہ اس کے ایوان اقتدار کا راستہ مغرب کی خوشنودی کی غلام گردشوں سے ہو کر جاتا ہے۔ ہمیں یہ باور کر لینا چاہیے کہ نظریاتی محاذ پر مغرب کی یورش کا مقابلہ کرنے کے لئے مصلحت خوردہ اور اقتدار گزیدہ سیاستدانوں کو نہیں، علماء کو ہی صف اوّل میں کھڑا ہونا پڑے گا۔ اور اگر انہوں نے یہ محاذ خالی چھوڑ دیا تو وہ نامسعود لمحہ آنے میں دیر نہیں لگے گی۔ جس کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا کہ

تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

حضرات گرامی!

سیاسی قیادت کی بے حسی سے بھی کہیں زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے کہ نظریاتی قلعے کی پاسبانی کا دم بھرنے والی دینی قیادت کے اندر بھی یکجہتی و ہم آہنگی کی فضا نہیں ہے۔ چھوٹے چھوٹے اختلافات اور جزوی مسائل کی دیواریں کھڑی کر کے ہم نے خود اپنی قوت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ ہم جنہیں عظیم تر ملی مقاصد کے لئے راہبری کا فریضہ ادا کرنا تھا خود بے سمتی کے جنگلوں میں بھٹک رہے ہیں اور اپنے محدود حلقے کے تحفظ و بقاء کو ہی دینی فریضہ قرار دے کر روز بروز کمزور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ تقسیم در تقسیم کے اس عمل نے، سوز دروں رکھنے کے باوجود ہمیں ایسی چوب خشک صحرا بنا کے رکھ دیا ہے جسے آگ لگا کر کارواں اگلی منزل کو روانہ ہو جاتا ہے۔

حضرات گرامی:۔ مجھے یقین ہے کہ میں جس کرب کا اظہار کر رہا ہوں وہ آپ سب کی راتوں کو بھی بے خواب رکھتا ہے۔ آپ کی رگوں میں بھی لہو کی گردش تیز ہو جاتی ہے۔ اور آپ بھی ذمہ داری کے احساس گراں سے لرز اٹھتے ہیں۔ لیکن یہ درد مشترک کسی عمل مشترک کا باعث کیوں نہیں بنتا؟ جب ہماری منزل ایک ہی ہے تو ہم الگ الگ راستوں پر چلنے کے بجائے ایک ہی راہ عمل کا انتخاب کیوں نہیں کر سکتے۔ آخر ہم کب تک یہ اذیتناک تبصرے پڑھتے اور سنتے رہیں گے۔ کہ اسلامی نظام کے لئے بلند بانگ دعوے کرنے والے علماء کے درمیان باہمی اتحاد کے لئے لگن ہے نہ متفقہ لائحہ عمل کا شعور، میرے خیال میں وقت آگیا ہے کہ ہم تاریخ کے اس چیلنج کا بھرپور جواب دیں اور اس اجتماع کو ملی تاریخ کے ایک نئے سفر کا نقطہ آغاز بنا دیں۔

یا لمنا ءاللہ فی الارض ——— رہنمایان ملت

جیسا کہ میں نے عرض کیا میں کوئی واضح اور متعین نقشہ کار نہیں رکھتا لیکن چند ایسی تجاویز آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کرنا چاہتا ہوں جو اس نشست میں باہمی غور و فکر کی اساس بن سکتے ہیں

میری تجویز ہے کہ

(۱) علماء کے وہ بائیس نکات جو ہمارے اکابرین نے منظور کئے تھے اتحاد و اتفاق کے نئے عہد کی بنیاد بنائے جائیں ہم از سر نو ان نکات کی تجدید و احیاء کا اعلان کریں اور انہیں زندہ دستاویز قرار دیتے ہوئے اسے نظام اسلامی کے نفاذ کی اساس بنائیں

(۲) دینی جماعتیں ایک دوسرے کے مسلک، عقیدے یا فقہی نقطہ نظر کے بارے میں بیان بازی کرنے کے بجائے صرف اسلام دشمن طاقتوں کو ہدف بنائیں۔

(۳) عوامی سطح پر ایسے اجتماعات منعقد کئے جائیں جن سے تمام مکاتب فکر کے علماء بیک وقت خطاب کریں تاکہ قومی و ملکی یکجہتی کا مظاہرہ کیا جاسکے۔

(۴) ایسے دلازار لٹریچر سے گریز کیا جائے جو کسی بھی فریق کے لئے اشتعال کا باعث بن سکتا ہے۔

(۵) اس امر پر غور کیا جائے کہ کیا دینی جماعتیں، مشترکہ نکات کی بنیاد پر کسی نظم میں پروئی جاسکتی ہیں۔

(۶) دینی قوتوں کے خلاف دہشت گردی، فرقہ واریت، بنیاد پرستی یا شدت پسندی کے نام پر جاری مہم کا جائزہ لیا جائے۔

(۷) پاکستان میں اسلامی شدت پسندی کے نام پر بیرونی طاقتوں کو مداخلت کی دعوت اور موقع دینے کے مسئلے کا جائزہ لیا جائے۔

(۸) ایک ایسی کمیٹی قائم کی جائے جو ہفتہ یا دس دن کے اندر ایک واضح معاہدہ مرتب کرے جسے تمام جماعتیں منظور کریں اور صدق دل سے اس پر عمل کا عہد کریں۔

(۹) ایک ایسا اعلیٰ اختیاراتی کمیشن تشکیل دیا جائے جو کسی بھی فریق کی طرف سے اٹھائے جانے والے اعتراض کا جائزہ لے اور فیصلہ صادر کرے۔

(۱۰) علماء کی طرف سے تیار کردہ معاہدے کو قانونی تحفظ دینے کے لئے حکومت اور حزب اختلاف سے رجوع کیا جائے

حضرات گرامی یہ چند نکات ہیں ظاہر ہے کہ آپ کی طرف سے بھی تجاویز آئیں گی جو ہمارے درمیان اشتراک فکر و نظر کے کسی وسیع تر پلان کا حصہ بن سکتی ہیں۔ میں اپنی معروضات ختم کرنے سے قبل اتنی گزارش ضرور کروں گا کہ اس موقعے کو باہمی رنجشوں کی تفصیلات بیان کرنے اور ایک دوسرے پر الزامات تراشی میں ضائع نہ کیا جائے اگر ہم نے حالات کی نبض پر انگلیاں رکھ کر دور رس فیصلے کرنے کے بجائے اس اجلاس کو بھی دلوں کی میل اور کدورت کے اظہار کا وسیلہ بنالیا تو اس قوم کی تقدیر پر بھی ظلم ہوگا اور اپنے ضمیر پر بھی۔ میں یہ بھی گزارش کردوں کہ آپ اپنے معاملات کی عمومی مصروفیات کو بھلادیں اور اس وقت تک یہاں سے اٹھ کر نہ جائیں جب تک اس قوم کو ایسی نوید نہ مل جائے جو بارہ کروڑ عوام کی آرزو اور خود علماء کی آبرو کی ضمانت ہو اس اجلاس کے لئے ایک دن کی معینہ مدت کو راستے کی روک نہ بنائیں میں غیر معینہ مدت کے لئے اپنی کم مائیگی کے باوجود اس کی میزبانی کے لئے تیار ہوں۔

میں اس دعاء کے ساتھ اپنی مصروفیات ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دین حق کی سربلندی اور اس سرزمین پاک کے استحکام کے لئے تمام آلائشوں سے پاک ہو کر قوم کی امنگوں پر پورا ترنے اور تاریخ ساز فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو ملک و ملت کے حق میں بہتر ہوں دینی سیاست اور ملک کے اسلامی تشخص کا مستقبل محفوظ ہو نفاذ شریعت کی منزل قریب ہو جو بدامنی بے یقینی اور پراگندہ خیالی سے پاک ایک پرامن اور خوشحال اور پراعتماد مستقبل کی بنیاد ہو سکے آمین یا الٰہ العالمین (سینیٹر مولانا) سمیع الحق

سیکرٹری جنرل جمعیت علماء اسلام پاکستان۔

اسمائے گرامی شرکائے قومی و ملی یکجہتی کانفرنس مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۹۵ء

جمعیت علماء اسلام	حضرت مولانا سمیع الحق مولانا قاضی عبداللطیف مولانا عبدالرحیم نقشبندی میاں محمد عارف ندیم اقبال اعوان۔ مولانا محمد یوسف شاہ۔
جمعیت علماء پاکستان	حضرت مولانا شاہ احمد نورانی شاہ فرید الحق جنرل کے ایم اظہر صاحبزادہ سید اکرم شاہ
جماعت اسلامی پاکستان	جناب قاضی حسین احمد سید منور حسین پروفیسر خورشید احمد چوہدری اسلم "سلیمی"، مولانا گوہر الرحمن مولانا عبدالمالک۔
سواد اعظم پاکستان	مولانا اسفند یار خان
تحریک منہاج القرآن	سید عتیق احمد شاہ محمد عبدالحی "نظامی" کوثر اعوان۔
جمعیت علماء اسلام (ف)	مولانا اجمل خان
تحریک فقہ جعفریہ	علامہ ساجد علی نقوی سینیٹر سید جواد ہادی علامہ افتخار حسین نقوی مظہر گیلانی علامہ محمد حسین نجفی انور علی
مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان	پروفیسر ساجد میر میاں فضل حق مولانا عبدالعزیز مولانا معین الدین لکھوی۔
جمعیت علماء پاکستان	مولانا عبدالستار خان "نیازی"، صاحبزادہ فضل کریم انجینئر سلیم اللہ خان۔
سپاہ صحابہؓ پاکستان	مولانا ضیاء القاسمی مولانا صدیق احمد یوسف مجاہد مولانا محمد نواز بلوچ حافظ طاہر محمود اشرفی۔
حزب جہاد	آغا مرتضیٰ "پویا"، علی غضنفر "کراروی"۔
جماعت اہلحدیث	عارف سلمان "روپڑی"
تبلیغی جماعت	مفتی ضیاء الحق
اشاعت التوحید والسنۃ	مولانا اشرف علی

قومی و ملی یکجہتی کانفرنس کا جاری کردہ متفقہ اعلامیہ

وطن عزیز پاکستان اس وقت اندرونی اور بیرونی خطرات میں گھرا ہوا ہے امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے تحت اسلام دشمن قوتیں ملت اسلامیہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کر رہی ہیں۔ اور فرقہ واریت کو ہوا دے رہی ہیں حکمرانوں کی مجرمانہ غفلتوں کی وجہ سے پورے ملک میں عموماً اور کراچی میں بالخصوص دہشت گردی اور قتل و غارتگری کا بازار گرم ہے، یہاں تک کہ عبادت گاہیں قتل گاہیں بن گئی ہیں۔ ان حالات میں ملک بھر کی دینی جماعتوں کا نمائندہ سربراہی اجلاس ان خطرات کا متحد ہو کر مقابلہ کرنے کے لیے درج ذیل فیصلوں کا متفقہ اعلان کرتا ہے۔

۱۔ پاکستان کے آئین اور تمام ملکی قوانین پر قرآن و سنت کی بالادستی ہے، کتاب و سنت کی مکمل آئینی حکمرانی اور شریعت محمدیؐ کے عملی نفاذ اور ایک مکمل اسلامی انقلاب برپا کرنے کو اپنا دینی اور ملی فریضہ سمجھتے ہیں اور اس کے حصول کے لیے مشترکہ جدوجہد کریں گے۔

۲۔ عالمی اور ملکی سطح پر اسلام اور دینی قوتوں کے خلاف بین الاقوامی سازشوں کے تحت جو مہم جاری ہے اس کا سب مل کر مقابلہ کرنے کا عہد کرتے ہیں۔

۳۔ یہ اجلاس اسلام کے بنیادی عقائد اور اقدار پر قائم رہنے کو باعث فخر سمجھتا ہے اور وزیراعظم پاکستان کی طرف سے اسلامی بنیاد پرستی کے خلاف امریکی امداد طلب کرنے کو اسلام اور پاکستان کی حاکمیت اعلیٰ کے خلاف سمجھتا ہے اور اس غیرت اسلامی کے منافی اقدام کی بھرپور مذمت کرتا ہے۔

۴۔ ہم ملک کے اندر مذہب کے نام پر دہشت گردی اور قتل و غارتگری کو اسلام کے خلاف گردانتے ہوئے اس کی پرزور مذمت کرتے ہیں۔

۵۔ یہ اجلاس عظمت رسولؐ، عظمت اہل بیتؓ اطہار، عظمت ازواج مطہراتؓ، اور عظمت صحابہ کرامؓ کو ایمان کا جز سمجھتا ہے اور ان کی تکفیر کرنے والے کو اسلام سے خارج سمجھتا ہے اور ان کی توہین اور تنقیص کرنے کو حرام سمجھتے ہوئے قابل تعزیر جرم سمجھتا ہے۔

۶۔ یہ اجلاس کسی بھی اسلامی فرقہ کو کافر قرار دینے کو غیر اسلامی اور قابل نفرت فعل سمجھتا ہے۔

۷۔ یہ اجلاس جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے تحفظ ناموس رسالت کے سلسلہ میں منعقدہ اجلاسوں

یں ہونے والے فیصلوں کی توثیق کرتے ہوئے حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ توہین رسالت کی ہمت افزائی کی پالیسی ترک کر کے تحفظ ناموس رسالتؐ کی پالیسی کا واضح اعلان کرے اور یہ اجلاس واضح کرتا ہے کہ اگر توہین رسالتؐ کے قانون میں کسی قسم کی ترمیم کرنے کی ناپاک جسارت کی گئی تو دینی جماعتیں ایسے مذموم اقدام کے خلاف بھرپور اقدام کریں گی۔

۸۔ ملک کے اندر امت مسلمہ کے درمیان اتحاد کی فضا قائم کرنے کشیدگی کو دور کرنے اور یکجہتی پیدا کرنے کے لیے دینی سربراہوں پر مشتمل ایک اسلامی یکجہتی کونسل کے قیام کا اعلان کرتا ہے اور یہی کونسل دل آزار اور توہین آمیز مواد پر مشتمل لٹریچر کا جائزہ لے کر ضروری اقدام کرے گی اور کونسل اپنے کیئے گئے فیصلوں کے عملی نفاذ کی بھی ذمہ دار ہوگی۔ واضح رہے کہ فی الحال یہ کونسل گیارہ دینی جماعتوں کے سربراہوں پر مشتمل ہے جن کے نام درج ذیل ہیں۔

اس کونسل کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی اور سیکرٹری جنرل سینیٹر مولانا سمیع الحق ہوں گے۔

۱۔ مولانا شاہ احمد نورانی صاحب	جمعیتہ علماء پاکستان "نورانی گروپ"
۲۔ مولانا سمیع الحق سینیٹر صاحب	جمعیتہ علمائے اسلام "س"
۳۔ قاضی حسین احمد صاحب	امیر جماعت اسلامی پاکستان
۴۔ علامہ سید ساجد علی نقوی صاحب	قائد تحریک فقہ جعفریہ پاکستان
۵۔ مولانا عبدالستار خان "نیازی" صاحب	جمعیتہ علمائے پاکستان "نیازی گروپ"
۶۔ پروفیسر ساجد میر صاحب	جمعیتہ اہل حدیث، پاکستان
۷۔ مولانا اسفندیار خان صاحب	سربراہ سواد اعظم
۸۔ مولانا ضیاء القاسمی صاحب	سپاہ صحابہؓ پاکستان
۹۔ آغا مرتضیٰ پویا صاحب	سربراہ حزب الجہاد پاکستان
۱۰۔ پروفیسر طاہر القادری صاحب	تحریک منہاج القرآن پاکستان
۱۱۔ مولانا محمد اجمل خان صاحب	جمعیت علمائے اسلام (ف)

اجلاس نے متفقہ طور پر مولانا شاہ احمد نورانی کو، کونسل کا صدر اور مولانا سمیع الحق کو جنرل سیکرٹری نامزد کیا۔

دینی جماعتوں کے ملی یکجہتی کونسل کی سپریم کونسل کا

پہلا اجلاس اور اہم فیصلے

اسلام آباد (۵ ۲ مارچ) قومی و ملی یک جہتی کونسل کی تشکیل کے بعد اس کا پہلا سربراہی اجلاس گذشتہ شب کونسل کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی کی صدارت میں منعقد ہوا سربراہی اجلاس میں اراکین کونسل یک جہتی کونسل کے سیکرٹری جنرل سینیٹر مولانا سمیع الحق جماعت اسلامی کے قاضی حسین احمد تحریک جعفریہ کے علامہ ساجد علی نقوی جمعیت اہلحدیث کے پروفیسر ساجد میر، حزب جہاد کے آغا مرتضیٰ پویا محمد عبدالحئی، نیازی گروپ کے صاحبزادہ فضل کریم سپاہ صحابہؓ کے جنرل سیکرٹری یوسف مجاہد نے شرکت کی کونسل کے نو منتخب سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق نے آج اس کی تفصیلات جاری کرتے ہوئے بتلایا سربراہی اجلاس میں دو اہم کمیٹیاں تشکیل دی گئیں ایک کمیٹی فرقہ واریت کے خاتمہ اور یکجہتی پیدا کرنے والے مشترکہ شکایات پر غور و فکر کرے۔ ایک جامع رپورٹ تیار کرے گی جس میں بائیس نکات، اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات اتحاد کے لیے مولانا عبدالستار خان" نیازی" کی مرتب کردہ رپورٹ سینٹ کے مذہبی امور کی سٹینڈنگ کمیٹی کی تجاویز اور اجلاس کے تجاویز سامنے رکھ کر اپنی سفارشات مرتب کرے گی اس کمیٹی کے کنوینر، جمعیتہ اہلحدیث کے پروفیسر ساجد میر ہوں گے۔

جب کہ اراکین میں سے جمعیتہ علماء اسلام (س) کے مولانا قاضی عبداللطیف، جماعت اسلامی کے پروفیسر خورشید احمد تحریک جعفریہ کے علامہ جواد ہادی جی۔ یو۔ پی (ن) کے مولانا شبیر احمد "ہاشمی" اور اتحاد العلماء کے مولانا عبدالمالک شامل ہوں گے۔

دوسری کمیٹی ان مقدمات کی چھان بین کے لیے قائم کی گئی ہے جو دونوں طرف کے لوگوں پر قائم ہے اس کمیٹی کے کنوینر جماعت اسلامی کے لیاقت بلوچ صاحب ہوں گے۔

اور اس کے ارکان سلیم بٹ ایڈووکیٹ، علامہ افتخار نقوی، سردار محمد لغاری، علی غضنفر کراروی، ندیم اقبال اعوان ایڈووکیٹ ہوں گے۔ سربراہی اجلاس میں متفقہ طے ہوا کہ غیر قانونی اسلحہ رکھنے والے گروہوں اور گروہوں کا قومی و ملی یکجہتی کونسل میں شامل جماعتوں سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ سربراہی اجلاس میں ایسے لوگوں سے مطالبہ کیا گیا کہ اگر کسی کے پاس غیر قانونی اسلحہ ہے تو وہ از خود

غیر قانونی اسلحہ اپنے علاقے کے تھانوں میں جمع کرادیں کونسل نے واضح طور پر کہا کہ ہمارا کسی بھی مسلح اور دھشت گرد گروہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اگر کوئی مسلح دہشت گرد دہشت گردی کررہا ہے تو سربراھان اوران کی جماعتوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوگا اجلاس میں ایسے تمام گروہوں کے غیر مسلح کرانے کے لیے مزید اقدامات پر غور کیا گیا، اجلاس میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ ملی یکجہتی کونسل کے سربراہان اور شامل جماعتوں کے ارکان متنازعہ بیانات سے گریز کریں تاکہ کونسل کی یک جہتی متاثر نہ ہو، سربراہی اجلاس میں اس بات کا بھی علان کیا گیا ہے کہ ملک میں تمام دینی مدارس غیر مسلح ہیں اور اس میں دہشت گردی کی کوئی ٹریننگ اور تربیت نہیں ی جاتی کونسل نے یہ بات بھی واضح کیا کہ دینی مدارس، مساجد، اور مراکز کسی بھی بیرونی حکومت سے امداد نہیں لیتے اس لیے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ مدارس، مساجد میں مداخلت کی پالیسی فوری ترک کردے کونسل نے ساجد میں لوڈ سپیکروں وغیرہ پر پابندی کے شکل میں اور تقاریر کے پابندی پر بھی شدید مذمت کرتے ہوئے نطباء سے کہا کہ اپنے مواعظ حسنہ کو خوشگوار انداز میں جاری رکھیں اجلاس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ جو لوگ علماء، اور کارکن، سنگین الزامات اور مقدمات میں ملوث نہیں ہیں اور بغیر کسی جرم کے نظر بند ہیں انہیں فوری طور پر رہا کرے مولانا سمیع الحق نے کہا کہ اجلاس میں ۹ اپریل کو کراچی میں منعقد کیے جانے الے دینی جماعتوں کے اجلاس کے انتظامات پر بھی غور کیا گیا اور طے پایا کے کراچی کے اجلاس میں کراچی کے ینی اور سماجی، سیاسی تنظیموں، کو بھی بطور مبصر شریک ہونے کی دعوت دی جائے تاکہ کراچی کے بحران ر قابو پانے اور امن کے قیام کے لیے ہمہ گیر مشترکہ اقدامات تجویز کیے جائیں اور گلی گلی محلے، مسجد اور م بارگاہوں کے سطح پر مشترکہ امن کمیٹیاں بھی قائم کرنے کے امکان کا بھی جائزہ لے۔

—— قارئین سے گذارش ——

خط وکتابت کے وقت اپنا خریداری / اعزازی تبادلہ نمبر ضرور لکھیں۔ ورنہ ادارہ جواب دینے سے معذور ہوگا۔

تحریر: سلطان سکندر خصوصی رپورٹر نوائے وقت

قومی ملی یکجہتی کانفرنس کی مختصر روئیداد

فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور اتحاد —— وقت کی اہم ضرورت ہے

فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور اتحاد بین المسلمین کا قیام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ یہ وعظ و تلقین ہر دور میں حکمران کرتے رہے لیکن اس سلسلے میں حقیقی معنوں میں عملی اقدامات کی ضرورت بہت کم محسوس کی گئی گزشتہ مارشل لاء دور میں اٹھنے والی فرقہ واریت کی لہر نے جب گزشتہ چند ماہ کے دوران پورے ملک کو لپیٹ میں لے لیا اور یکے بعد دیگرے مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں اور کارکنوں سے لے کر مساجد اور امام بارگاہیں بموں کے ہولناک دھماکوں اور کلاشنکوفوں کی تڑتڑاہٹ کا نشانہ بننے لگیں تو ہر درد مند محب وطن پاکستانی کا ماتھا ٹھنکا، پانی سر سے گزرتا محسوس ہوا وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے سخت اقدامات کی نوید سنائی اور پنجاب میں گرینڈ آپریشن کے نام پر گرفتاریاں بھی عمل میں لائی گئیں لیکن ایسے رسمی اقدامات تو حکومت کرتی ہی رہتی ہے سو ان سے کوئی بند باندھنے کی امید بر نہ آئی تو ایک مرحلہ ایسا آیا جو خود مذہبی طبقوں بالخصوص بعض مذہبی جماعتوں کو دہشت گردی کی لپیٹ میں آجانے کا خطرہ محسوس ہوا کہ حکومت نے پہلے اسلحہ کی نمائش پر پابندی لگا کر مذہبی رہنماؤں کو مسلح گارڈز رکھنے سے روک دیا تھا، بعض جماعتوں نے مرکزی اور بعض نے پنجاب حکومت کو مورد الزام ٹھہرایا لیکن مسئلے کا حقیقی ادراک نہ ہو سکا ایسے حالات میں تحریک نظام مصطفیٰ میں ہراول دستے کے قائد مولانا محمد عبدالستار نیازی بار بار اہل وطن کو سمجھا رہے تھے۔ انہوں نے دور وزارت مذہبی امور کے دوران تیار کی گئی اتحاد بین المسلمین کمیٹی کی رپورٹ اپنا چار نکاتی فارمولا ضابطہ اخلاق اور قابل اعتراض لٹریچر پہ نظر ثانی کے لیے ہسٹاریکل ریسرچ بورڈ کے قیام کے بارے میں رپورٹیں صدر فاروق احمد لغاری سے لے کر وزیر اعظم کو ارسال کیں مگر مولانا نیازی کی روایتی گھن گرج بھی اسی طوائف الملوکی کے نقار خانے میں طوطی کی آواز بن کر رہ گئی۔ وہ بار بار نومبر ۹۵ء میں گورنر ہاؤس لاہور میں منعقد ہونے والے دینی جماعتوں کے اجلاس کے فیصلوں کی طرف سب کو متوجہ کر رہے تھے جس میں سپاہ صحابہؓ اور تحریک جعفریہ کے قائدین نے اتفاق کیا تھا لیکن حکمرانوں اور حکومتوں کی اپنی مصلحتیں ہوتی ہیں دہشت گردی بڑھنے لگی اور اسے فرقہ وارانہ تشدد کا نام دیا جانے لگا تو بعض مذہبی جماعتوں کی طرف سے ایک دوسرے پر الزام تراشی کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ اب کئی جماعتیں اس صورت حال کی ذمہ داری خود حکومت اور اس کی ایجنسیوں پہ عائد کرنے لگیں بعض

ردمند پاکستانی ان واقعات کو خالصتاً دہشت گردی سے تعبیر کرتے رہے اس سلسلے میں ایک ہی پیلی ٹیکسی
سوار افراد کی طرف سے کراچی میں یکے بعد دیگرے مسجد اور امام بارگاہ کو نشانہ بنانے کا معاملہ خاص طور پر موضوع
بحث بنا۔

اس سارے پس منظر میں جمعیت علمائے اسلام (س) کے سیکرٹری جنرل سینیٹر مولانا سمیع الحق تحریک جعفریہ پاکستان
کے سربراہ علامہ سید ساجد نقوی کے مابین اسلام آباد میں ملاقات کے دوران طے پایا کہ موجودہ فرقہ وارانہ صورت حال
تشدد دہشت گردی، مذہبی قوتوں پر حکومتی دباؤ اور ان رہنماؤں کی یہ اچانک ملاقات فرقہ وارانہ تشدد اور دہشت
گردی کی اس گھٹن میں تازہ ہوا کا جھونکا ثابت ہو کہ

یہ میرا اک کارنامہ ہے کہ میں زندہ رہا

بزرگ سیاستدان نوابزادہ نصراللہ خان کو جب "سمیع الحق - ساجد نقوی ملاقات" اور سربراہی اجلاس ہونے کی خبر ملی
ان کا برجستہ تبصرہ یہ تھا "خدا کرے یہ مسئلہ حل ہو مولانا سمیع الحق کے ساتھ تو سپاہ صحابہ بھی ہے"، چنانچہ مولانا سمیع الحق
نے خدا کو یاد کر کے رابطوں کا آغاز کر دیا اور انہیں ہر طرف سے حوصلہ افزا جواب ملے، تمام مذہبی رہنماؤں کو حالات کی
سنگینی کا احساس تھا، بڑے فریق سپاہ صحابہ اور تحریک جعفریہ آمادہ شرکت تھے بلکہ تحریک جعفریہ کے سینیٹر سید
عباد ہادی نے تو سپاہ محمد پاکستان کی شرکت سپاہ محمد کے سالار اعلیٰ علامہ مرید عباس یزدانی نے اڈیالہ جیل اور قائد علامہ
غلام رضا نقوی نے دبئی سے اجلاس کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا ہے اجلاس میں غیر معمولی حفاظتی انتظامات کئے گئے کہ
ہمارے ملک کی صف اول کی مذہبی قیادت جمع تھی اور موجودہ صورت حال میں دہشت گردی کے خطرے سے نمٹنے کی
پیش بندی ضروری تھی اس ضمن میں مولانا سمیع الحق نے گورنر پنجاب چودھری الطاف حسین سے چند روز قبل بات کی
تھی مولانا سمیع الحق سب سے پہلے خود ۹ بجے صبح ہوٹل میں پہنچے اور اجلاس کے انتظامات کا جائزہ لیا اور پھر سپاہ صحابہ
کے مولانا ضیاء القاسمی اور تحریک جعفریہ کے علامہ ساجد نقوی یکے بعد دیگرے وہاں پہنچے۔ ہوٹل کی گیلری میں مولانا
شاہ احمد نورانی نے کمرے کے باہر کسی نے دونوں رہنماؤں کا "تعارف" کرایا، عینی شاہد کے مطابق دونوں رہنما
پہلی بار ایک دوسرے سے ملے۔ نوبت معانقے تک تو نہ پہنچی لیکن مصافحہ ہوا اور دونوں رہنما ایک ہی منزل، کانفرنس
کی طرف بڑھ گئے بقول جگر مراد آبادی۔

آدمی آدمی سے ملتا ہے دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

اجلاس کو "قومی ملی یکجہتی" کانفرنس کا نام دیا گیا۔ ملک کی تمام بڑی مذہبی جماعتوں کے قائدین (سوائے مولانا فضل الرحمان)
ایک ایک چھت کے نیچے بیٹھے تھے، دیوبندی، بریلوی، شیعہ، اہل حدیث، جماعت اسلامی، جے یو پی، جے یو آئی
جمعیت اہل حدیث کے دونوں گروپ، مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا محمد عبدالستار خان نیازی پانچ سال کی طویل مفارقت

کے بعد مانچسٹر کے مذہبی جلسے کے بعد کسی اجلاس میں پہلی بار اکٹھے ہوئے تھے۔ نشستوں کے درمیان فاصلہ ضرور تھا لیکن مولانا نورانی نے پہل کی مولانا نیازی کے پاس جاکر ان سے ملاقات کی اور خیریت دریافت کی مولانا نیازی اور صاحبزادہ حاجی فضل کریم نے اجلاس میں کئی بار مولانا نورانی کو قائد اہل سنت کے لقب سے یاد کیا اس طرح دونوں گروپوں کے قائدین کے درمیان ساری نہیں تو کچھ تو برف پگھل ہی گئی۔ اسلام آباد کے موسم میں خنکی عود آئی تھی ایسے حالات میں یہ بھی غنیمت ہے توقع کی جاسکتی ہے کہ" اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں"

یوں تو سارے مذہبی رہنما ایجنڈے پر پوری تیاری کرکے آئے تھے لیکن امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد خاصا ہوم ورک کرکے آئے تھے۔ وہ اس اجلاس اور مذہبی قوتوں کے اتحاد، فرقہ واریت کے خاتمے اور نیو ورلڈ آرڈر کا مقابلہ کرنے کے لیے مشترکہ لائحہ عمل کے لیے خاصا ہوم ورک کرچکے تھے کئی رہنماؤں سے ان کی ملاقاتیں ہوچکی تھیں قاضی حسین احمد سے لے کر علامہ ساجد نقوی تک اور مولانا ضیاء القاسمی سے لے کر میاں فضل حق تک اکثر و بیشتر رہنماؤں نے مولانا عبدالستار نیازی کی بحیثیت وزیر مذہبی امور اتحاد بین المسلمین کے قیام کے لیے کوششوں کو نہ صرف سراہا بلکہ ان کی رپورٹوں ضابطہ اخلاق وغیرہ کو زیر غور لانے کی ضرورت پر زور دیا، اچھا کام، نیکی پر وقت کی دھول کی تہ نہیں جم سکتی۔ ایک وقت آتا ہے کہ اعتراف حقیقت کیا جاتا ہے اجلاس میں مولانا سمیع الحق نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا وہ کہہ رہے تھے "یہ اجلاس اس امر کی دلیل ہے کہ آپ قومی سطح پر پائے جانے والے مسائل کی شدت اور اس ضمن میں دینی جماعتوں کے مثبت و موثر کردار کی اہمیت سے نہ صرف آگاہ ہیں بلکہ خلوص قلب سے ایسے اقدامات کا عزم بھی رکھتے ہیں جو شدت پذیر کشیدگی کو کم کرنے میں ممد و معاون ہوسکتے ہیں پاکستان اسلامی نظام کے قیام کے لیے قائم ہوا لیکن مقدور بھر جد و جہد کے باوجود ہم مستقل بنیادوں پر کوئی اجتماعی تحریک برپا نہ کرسکے۔ ہمارے باہمی تعاون کی اکثر کاوشیں سیاسی نوعیت کی مصلحتوں کے گرد گھومتی رہیں اور رفتہ رفتہ نہ صرف قومی معاملات میں ہمارا اثر و نفوذ کم ہوتا گیا بلکہ نظریاتی محاذ پر بھی ہماری آواز کی توانائی کم ہوگئی۔ اس وقت بارہ کروڑ عوام کی نگاہیں اسلام آباد کی طرف لگی ہیں۔ اور وہ اس افق سے ایک آفتاب تازہ کی نمود کی آس لگائے بیٹھے ہیں اور اگر خدانخواستہ ہم قوم کی امنگوں اور وقت کے تقاضوں کا ادراک نہ کرسکے تو ان قوتوں کے ناپاک عزائم کو یقیناً تقویت ملے گی جو اسلام اور پاکستان کے قلعے کی فصیلوں پر کمندیں ڈالنے کے لیے بے چین ہیں" مولانا نے اعتراف کیا میں اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہوں کہ میں ذاتی حیثیت میں نہ تو مسائل کی حقیقی نوعیت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرسکتا ہوں اور نہ ہی پیچ در پیچ مسائل کی گتھیاں سلجھانے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔

مجھے اس کا بھی دعویٰ نہیں کہ میں مختلف مسالک یا فقہی مکاتب فکر کے درمیان کامل اتحاد و یکجہتی کا کوئی واضح فارمولا رکھتا ہوں اور نہ ہی میرے پاس ایسا کوئی حتمی نقشہ کار ہے جو ہر نوع کے اختلافات کا حتمی اور شافی علاج ہو میں نے انتہائی عجز و انکسار کے ساتھ اس نشست کا بیڑہ اٹھایا ہے اور بھرپور دردمندی کے ساتھ آپ جیسے اہل علم و فضل

کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں کہ ہمیں حالات و واقعات کی رفتار کار کا احساس کرتے ہوئے نہ صرف داخلی صورت حال بلکہ عالمی تناظر میں بھی اسلام کو درپیش خطرات کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بننا ہوگا۔ ہمیں یہ باور کر لینا چاہئے کہ نظریاتی محاذ پر مغرب کی یورش کا مقابلہ کرنے کے لیے مصلحت خوردہ اور اقتدار گزیدہ سیاستدانوں کو نہیں، علماء کو ہی صف اول میں کھڑا ہونا پڑے گا اور اگر انہوں نے یہ محاذ خالی چھوڑ دیا تو وہ نامسعود لمحہ آنے میں دیر نہیں لگے گی جس کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا کہ

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

مولانا سمیع الحق حرف شکایت زبان پر لاتے ہوئے گویا تھے "سیاسی قیادت کی بے ہنری سے بھی کہیں زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے کہ نظریاتی قلعے کی پاسبانی کا دم بھرنے والی دینی قیادت کے اندر بھی یکجہتی و ہم آہنگی کی فضا نہیں ہے۔ چھوٹے چھوٹے اختلافات اور جزوی مسائل کی دیواریں کھڑی کر کے ہم نے خود اپنی قوت کو پارہ پارہ کر دیا ہے ہم جنہیں عظیم تر ملی مقاصد کے لیے رہبری کا فریضہ ادا کرنا تھا خود بے سمتی کے جنگلوں میں بھٹک رہے ہیں اور اپنے محدود حلقے کے تحفظ و بقاء کو ہی دینی فریضہ قرار دے کر روز بروز کمزور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ تقسیم در تقسیم کے اس عمل نے سوز دروں رکھنے کے باوجود ہمیں ایسی چوب خشک صحرا بنا کے رکھ دیا ہے جسے آگ لگا کر کارواں اگلی منزل کو روانہ ہو جاتا ہے انہوں نے کہا "مجھے یقین ہے کہ میں جس کرب کا اظہار کر رہا ہوں وہ آپ سب کو راتوں کو بھی بے خواب رکھتا ہے، آپ کی رگوں میں بھی لہو کی گردش تیز ہو جاتی ہے اور آپ بھی ذمہ داری کے احساس گراں سے لرز اٹھتے ہیں لیکن یہ درد مشترک کسی عمل مشترک کا باعث کیوں نہیں بنتا؟ جب ہماری منزل ایک ہی ہے تو ہم الگ الگ راستوں پر چلنے کی بجائے ایک ہی راہ عمل کا انتخاب کیوں نہیں کر سکتے، آخر ہم کب تک یہ اذیت ناک تبصرے پڑھتے اور سنتے رہیں گے کہ اسلامی نظام کے بلند بانگ دعوے کرنے والے علماء کے درمیان باہمی اعتماد کے لیے لگن ہے نہ متفقہ لائحہ عمل کا شعور، میرے خیال میں وقت آگیا ہے کہ ہم تاریخ کے اس چیلنج کا بھرپور جواب دیں اور اس اجتماع کو ملی تاریخ کے ایک نئے سفر کا نکتہ آغاز بنا دیں، مولانا عبدالستار نیازی نے کہا کہ شیعہ سنی نے مل کر تحریک پاکستان تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفی میں حصہ لیا تھا، موجودہ مسئلہ جھنگ سے شروع ہوا اس کا سیاسی حل تلاش کیا جائے مولانا نورانی نے کہا کہ جھنگ میں ۸۸ء میں جب جے یو پی نے ہماری قومی اور صوبائی نشستیں جیتی تھی سپاہ صحابہ کے یوسف مجاہد نے کہا کہ ۸۸ء میں دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث نے اتحاد کیا تھا مولانا نورانی نے اپنی تقریر میں نپے تلے انداز میں کہا "مسلح گروپوں کو غیر مسلح کیا جائے، یہ اسلحہ حکومت کے حوالے کیا جائے، دینی مدارس اور تنظیموں کو غیر ملکی امداد وزارت مذہبی امور کی وساطت سے ملنی چاہئے" انہوں نے زور دے کر کہا کہ اس بات کی نشاندہی کی جائے کہ موجودہ صورت حال کا ذمہ دار کون ہے؟ جمعیت علماء اسلام (ف) کے امیر مولانا محمد اجمل خان جو دیگر جماعتوں

کے برعکس اپنی جماعت کے واحد نمائندے تھے نے کہا کہ درخت خشک ہو چکا ہے ہم شاخوں پہ پانی چھڑک ر
ہیں اور جڑوں پر "دونیل" ڈال رہے ہیں، تحقیق سے پتہ چلا کہ یہ اس کینسر میں تبدیل ہے مریض کی حالت نازک ہے و
جاں بلب ہے صحیح تشخیص کریں ورنہ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" بڑے بڑے شہروں میں سیمینار کریں امریکی
کا مقابلہ کرنے کے لیے دینی مدارس میں جو کام ہو رہا ہے سارے ملک کی یونیورسٹیاں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتیں انہیں
اور رواداری کا مظاہرہ کرنا چاہیے دلآزار لٹریچر پہ پابندی لگنی چاہیے۔ مولانا ضیاء القاسمی نے کہا کہ مولانا نیازی
اپنے دور وزارت میں دلچسپی لے کر امت کے لیے ایک ضابطہ اخلاق مرتب کیا لیکن وہ بے بسی کا اظہار کرتے کہ وزرا
جزاک اللہ تو کہتے ہیں مانتے نہیں، انہوں نے کہا کہ علماء کا بورڈ بنائیں ہم اپنی شکایات ان کے سامنے رکھیں گے جو
نہ یادتی کرنے والے کو اکیلا چھوڑ دیں تاکہ وہ دینی صفوں میں نہ گھس سکے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا سمیع الحق نے نہا
نازک مرحلے پر اجلاس بلایا ہے خوشگوار فضا میں یگانگت پیار کی خوشبو میں ہم ایسی منزل کی طرف رواں دواں ہو جائیں
جہیں اسلام کے نفاذ سے ہمکنار کردے، میں ایسا مریض ہوں جسے دکھوں اور اذیت کی بنا پر اضطراب ہے آپ ا
ڈاکٹر ہیں جن کے پاس علاج ہے میرا مرض سن کر تکلیف کے ازالے کے لیے اقدامات کریں۔ میرا دکھ یہ ہے کہ ا
رسول پر سب و شتم کیا جاتا ہے جو کوئی باغیرت مسلمان برداشت نہیں کرسکتا اپنے اپنے آدمی کمیشن کے حوالے کریں
لٹریچر پیش کریں گے اور کمیشن کا ہر فیصلہ منظور کریں گے۔ تحریک جعفریہ بھی ایسا کرے، اس کے جواب میں غلام
نقوی نے کہا کہ ہم صحابہ کرام ہی نہیں کسی مسلمان کی تحقیر کو جرم سمجھتے ہیں یہ ہمارے مذہب کا حصہ نہیں قابل اعترا
لٹریچر کسی کا انفرادی فعل ہوگا میں چیلنج کرتا ہوں کہ ہمارا کوئی تربیتی کیمپ نہیں اگر دہشت گردی ثابت ہو جائے تو جماعت
توڑ کر گھر بیٹھ جاؤں گا۔ اگر کوئی دہشت گردی کرتا ہے تو اس سے لاتعلقی کا اعلان کرتا ہوں" اجلاس میں گیارہ ممبر
پر مشتمل ملی یکجہتی کونسل بنائی گئی مولانا نورانی اس کے سربراہ ہوں گے اور مولانا سمیع الحق سیکرٹری جنرل، اجلاس نے
نکاتی اعلامیہ منظور کیا اور اگلا اجلاس ۹ / اپریل کو کراچی میں رکھنے کا فیصلہ کیا کہ وہاں آگ لگی ہوئی ہے جس پر اتحاد و
کا پانی ڈالنے کی ضرورت ہے۔ مذہبی جماعتوں کا یہ اجلاس اتحاد یکجہتی کی فضا پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرسکتا
بشرطیکہ "فالواپ" جاری رہے جس کے لیے کافی محنت اور برداشت کی ضرورت ہے خدا کرے کہ مذہبی قوتیں
ہو کر اس باد سموم میں ٹھنڈی ہوا کا جھونکا بن سکیں اور ملک میں لگی ہوئی آگ ٹھنڈی ہو اور ملک و ملت کے بھی خو
کے عزائم کا کاتیا ہو اور قوم سکھ اور سکون کا سانس لے سکے۔

مولانا عبدالقیوم حقانی

قاتل اور مقتول عرش الٰہی کے سامنے

سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

افغانستان کی خانہ جنگی، پاکستان میں خون انسان کی ارزانی اور مسلمانوں کی ہر جگہ باہمی آویزش پر ایک تحریر۔

طوفان باد و باراں، جھکڑ، سرخ و سیاہ آندھیاں، بجلی کی کڑک، بھاری بھرکم اولے اور زلزلے، اگر باری باری اپنے جلوے دکھاتے رہیں تو پھر بھی کچھ نہ کچھ بچ رہتا ہے اور تعمیر و مرمت کے مواقع ملتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن جب یہ سب کچھ اکٹھا ہی اک عذاب مسلسل بن کر کسی بستی کو نشانہ بنا لیں تو ہر صاحب عقل اندازہ لگا سکتا ہے کہ انجام کیا ہوگا؟

اپنے گردوپیش کا جائزہ لیجئے۔ اپنے ماحول پر نظر دوڑائیے۔ چھوڑیئے کفر کی دنیا کو۔ نظر انداز کیجئے عالم انسانیت کو۔ مت ذکر کیجئے اس بات کا کہ پاکستان اور افغانستان عالم اسلام کی امیدوں کا مرکز ہے یا تھا۔ اب ہم نہ اس کے اہل ہیں کہ ان کی امیدیں پوری کر سکیں اور نہ ہی اس قابل کہ ان کے بارے میں کچھ سوچ سکیں۔ اپنے آپ کا تجزیہ کیجئے۔ انفرادیت ہو یا اجتماعیت، مذہب ہو یا سیاست، سماجی تنظیمیں ہوں یا ادبی حلقے، حزب اقتدار ہو یا حزب اختلاف جہادی تنظیمیں ہوں یا افغان عوام سبھی کو جانچئے، سبھی کو تولیئے، سبھی کو پرکھیئے ——— باتیں دو ہی نظر آئیں گی۔ کچھ ظاہر و باطن سے تخریب کرتے ہوئے ملیں گے اور کچھ تعمیر کرتے ہوئے تو نظر آئیں گے، لیکن دوسری طرف کی تخریب کا پلہ اتنا بھاری ہے کہ یہ تعمیر بھی نتیجتہً تخریب ثابت ہوتی ہے۔

کسی سے کوئی توقع نہیں۔ کسی سے کوئی امید نہیں بندھتی۔ آندھیوں کے تھپیڑے اس قدر ظالم ہو گئے، کہ شفقت و مودت کے ہاتھ بھی سخت نظر آتے ہیں، ٹھنڈی ہوائیں بھی اپنے اندر آتشیں اثرات سمونے لگی ہیں تو ایسے میں کوئی کہاں جائے افغانستان میں کچھ آس بندھ گئی تھی طلبۂ علوم نبوت سے، مگر ظالم اور درندہ صفت انسانوں نے انہیں بھی کرش کرڈالنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ——— اور اب تو کوئی جائے پناہ نظر نہیں آتی۔ کوئی دارالامان دکھائی نہیں دیتا۔ کسی سے کوئی وابستگی نہیں رہتی، اور اس عالم میں اگر کسی طرف کوئی

نگاہ کبھی اٹھتی ہے تو وہ بلند و بالا عرش پر متمکن ساری دنیا کا نگہبان ہی ہے ۔ وہی ملجاو ماوی ہے اور اس کے حضور ہی ہماری درخواست ہے ۔ پاکستان ہو یا افغانستان یا عالم اسلام کا کوئی خطہ، قاتل اور مقتول نے عرش الہی کے سامنے پیش ہونا ہے

حضرت سیدنا ابن عباسؓ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا قاتل کے لئے توبہ کی گنجائش ہے ؟ انہوں نے فرمایا حضرت ابن عباسؓ نے اس سوال کرنے والے کی حیثیت اور اس سوال کی نوعیت پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا : ماذا تقول ؟ تم کیا کہتے ہو ؟ اس نے جواب دیا، مگر آپ نے مزید دو مرتبہ اپنے تعجب خیز سوال کو دہرایا۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ میں نے، ہم آپ ہی کے پیارے رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آپؐ فرما رہے تھے ۔

یاتی المقتول متعلقا راسه	(قیامت کے دن، میدان محشر میں) مقتول، ایک ہاتھ میں اپنے سر کو تھامے آئے گا
باحدی یدیه متلبباً	اور دوسرے ہاتھ سے قاتل کے گریبان کو پکڑے ہوئے اس حال میں لائے
قاتله بیده الاخری۔	گا کہ اس کی گردن کو دبوچے ہوئے ہوگا۔
تشخب اوداجه دماً	اور اس کی رگیں، خون بہا رہی ہوں گی ۔
حتی یاتی به العرش	تا آنکہ وہ اسے عرش الہی کے سامنے لا کھڑا کرے گا اور
فیقتول المقتول	یہ مقتول رب العالمین، احکم الحاکمین اور ساری کائنات کے تمام تنازعات و
لرب العٰلمین	مقدمات کا فیصلہ کرنے والے حاکم حقیقی سے عرض کرے گا۔
هٰذا قتلنی	یہ ہے وہ ظالم جس نے مجھے قتل کیا !
فیقول الله عزوجل	اس پر اللہ ذوالجلال فرمائیں گے۔
تعست ویذهب به	(اے بدبخت قاتل !) تم ہلاک ہوئے اور ملعون و مردود قرار پائے اس فیصلے
الی النار (رواه الترمذی عن بن عباس)	کے بعد اس ظالم و جابر قاتل کو جہنم کی ہولناک آگ میں گرا دیا جائے ۔

ابلیس کا ہر صبح اپنے ماتحت شیاطین کے لئے پروگرام

اذا اصبح ابلیس، بث جنوده	جونہی صبح ہوتی ہے، ابلیس اپنے لشکروں کو دنیا میں پھیلنے کا حکم دیتا ہے
فیقول۔	اور ان سے کہتا ہے ۔کہ
من اخذل الیوم مسلماً،	تم میں سے جو کسی مسلمان کو ذلیل حالت میں (میرے پاس) لائے گا۔
البسه التاج	میں اسے "تاج" پہناؤں گا۔

قال

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

فيجيء هذا فيقول

شیطان کے دیئے ہوئے پروگرام کے مطابق اس کے ماتحت چھوٹے شیاطین میں سے ایک شیطان ایک مسلمان کو، اپنے ہمراہ لائے گا اور ابلیس کو بتائے گا۔

لم ازل به حتى طلق امرأته۔

میں اسے بدی اور برائی کے ذلیل کاموں پر اکساتا رہا تو یہ شخص میرے بدراہ کرنے سے متاثر ہوا اور اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی (اور یوں اس نے اپنا بسا بسایا گھر ویران کر لیا اور اپنی اولاد کو اور خود اپنے آپ کو اور اسی طرح اپنی بیوی کو نئی الجھنوں اور پریشانیوں میں مبتلا کر دیا)

فيقول يوشك ان يتزوج

شیطان کہے گا (ٹھیک ہے تم نے اس کا گھر اجاڑ دیا، اسے، اس کی بیوی اور اولاد سب کو الجھنوں اور مسائل کا شکار بنا دیا مگر ممکن ہے یہ اس کے بعد، کسی اور خاتون سے نکاح کرے (اور اس کا گھر پھر سے آباد ہو جائے اور یہ اپنے مسائل کو حل کر لے)

ويجيء هذا فيقول

(اتنے میں دوسرا شیطان ایک نوجوان کو آگے لے آئے گا اور کہے گا کہ میں اسے بدراہ کرتا رہا

لم ازل به حتى عق والديه

تاآنکہ اس نے اپنے ماں باپ کی حکم عدولی اور ان سے سرکشی اختیار کر لی (اور یوں ان کی شفقتوں اور انتہائی اہم نعمت، ان کی خیرخواہی اور راہنمائی سے محروم ہو گیا)

فيقول يوشك ان يبرهما

اس پر ابلیس کہے گا اس کا امکان ختم نہیں ہوا کہ یہ پھر سے اپنے ماں باپ کا فرمانبردار ہو گا۔ ان کی خدمت ان سے محبت سے پیش آنے کے سیدھے راستے پر چل پڑے (اگر ایسا ہوا تو تم نے اسے جس محرومی سعادت اور باہمی محبت و اعتماد سے محروم کیا ہے، یہ تمام نعمتیں پھر سے لوٹ آئیں)

ويجيء هذا فيقول

اسی دوران تیسرا شیطان، ابلیس کے دربار میں حاضر ہو گا اور یہ رپورٹ پیش کرے گا کہ آج جو کام آپ نے ہم سب کے ذمہ لگایا تھا (کہ ہم کسی مسلمان کو ذلیل کریں اور اسے نیکیوں سے محروم کر کے برائیوں اور ذلیل کاموں میں لگا دیں کہ میں

لم ازل به حتى اشرك

نے اس شخص پر پوری طرح محنت کی اور آخرکار میں نے اسے اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی توحید کے عقیدے سے محروم کر دیا (اور اب یہ اس شرک میں مبتلا ہو چکا ہے کہ یہ طاقت وروں سے ڈرتا اور اللہ کی نافرمانی پر آمادہ ہو جاتا ہے، یہ اپنے

نفع و نقصان کا مالک اب صرف نگاہوں سے ماوراء ربِّ ذوالجلال ہی کو نہیں
مانتا بلکہ یہ ان کا غلام بن گیا جو اس کے سر کی آنکھوں کے مطابق حکومت، عزت، شہرت،
مال اور دوسرے اختیارات کے مالک دکھائی دیتے ہیں یہ عبادت سے رسم و رواج
اور اطاعت و فرماں برداری سے عقیدت و محبت، ہر میدان میں، اللہ کے ساتھ اس
کی مخلوق اور بعض اوقات اس کے ان محبوب بندوں کو، جن کا منصب ہی یہ تھا کہ
وہ اللہ کی مخلوق کو عقیدت میں غلو، کے دلدل سے نکال کر توحید خالص کے دلدادہ
بنائیں، میں نے اس شخص کو "عقیدت و محبت" کے حوالے سے ان بزرگوں اور واجب
الاحترام شخصیتوں کو، اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی توحید میں شریک ہونے کے غلو میں
مبتلا کر دیا ہے اور اب یہ اللہ کے ساتھ ساتھ اس کے محبوب و منتخب فرستادوں اور
بندوں کو، نفع و نقصان اور التجاء و سوال کا مرکز سمجھ کر ان سے اپنی حاجتوں اور ضرورتوں
کو پورا کرنے کی صدائیں لگاتا ہے۔ ابلیس اس رپورٹ پر اپنی انتہائی مسرت کا اظہار
کرتا ہے اور پکار اٹھتا ہے۔

نيقرل
انت انت

ہاں! ہاں!! تم ہی وہ میرے عظیم فرزند اور بہترین کارکن ہو، جس نے اس مسلمان
کو توحید کے نور سے شرک کی ظلمت و اندھیرے میں لے آنے کی کامیابی حاصل
کی ــــ تم میرے قرب اور میرے ہاتھ سے اپنے سر پہ کامیابی کا تاج پہنائے
جانے کے مستحق ہو۔

ريحبى هـذا
نيترل لم ازل
به حتى تدل

اس کے بعد، چوتھا شیطان آئے گا اور کہے گا، کہ یہ "مسلمان" جو میرے ساتھ
ہے، میں اس سے ــــ آپ (ابلیس) کے کہنے کے مطابق، چمٹا رہا اور اس کے
جذبات کو ابھارتا، نفرت کی آگ بھڑکاتا، اسے حقیقی نفع و نقصان کے تصور سے
محروم کرتا رہا ــــــ حتیٰ کہ اس نے اپنے سے اختلاف رکھنے والے اپنے مسلم
بھائی کو قتل کر دیا (اور یہ ایسا عمل ہے کہ نہ اس سے توبہ کرنا، مقتول کو دوبارہ
زندگی دلانے کا ذریعہ بن سکتا ہے، نہ اس سے مقتول کے یتیم بچوں، اس کی
بیوہ اور اس کی ماں کے جذبات سے مالا مال، ماں کے تڑپنے اور خون
کے آنسو بہانے والوں کو سہارا دینا ممکن ہے)

(بقیہ صـ۲۸ پر)

حافظ محمد اقبال رنگونی مانچسٹر

بوسنیا کی حالتِ زار اور اقوام متحدہ کا مذموم کردار

مقالہ ہذا قدرے تاخیر سے موصول ہوا مگر موجودہ حالات میں بھی اس کی ضرورت و اہمیت اتنی ہی باقی ہے جتنی کہ لکھتے وقت تھی، اس لیے من وعن شریک اشاعت ہے۔

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر بطروس غالی نے خبردار کیا ہے کہ اگر بوسنیا کے سارے فریق جنگ د
ل سے باز نہ آئے تو انہیں مجبوراً اپنی امن فوج کو واپس بلا لینا ہوگا اس کے بعد جو کچھ بھی پیش آئے اس کے
ردار بوسنیا کے پر فریق ہوں گے۔ (ہفت روزہ ٹائم انٹرنیشنل)

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی تائید کرتے ہوئے برطانوی وزیر اعظم جان میجر۔ وزیر دفاع مالکم رفکین۔
یر خارجہ ڈگلس ہرڈ نے علی الاعلان یہ بیان دیا ہے کہ موجودہ صورت میں برطانوی فوجوں کا وہاں رہنا خطرناک ہے
لیے انہیں ہفتہ عشرہ میں بلانے پر غور کر لیا جائے گا۔

گذشتہ دو ہفتوں سے بوسنیا کا مسئلہ پھر سے عالمی خبروں کا موضوع بن چکا ہے۔ برطانوی اخبارات اور
ر ذرائع ابلاغ میں اسے نمایاں طور پر جگہ دی گئی ہے۔ برطانوی اور امریکی رپورٹر مسلسل لکھے جا رہے ہیں کہ
ام متحدہ اور نیٹو (NATO) بوسنیا میں امن کی فضا قائم کرنے میں قطعی طور پر ناکام ہو چکا ہے۔ سرب
ریت مسلسل بڑھتی جا رہی ہے اور متحدہ یورپ کے زعماء نہایت خاموشی کے ساتھ قتل وغارت کے
ں منظر کو دیکھ رہے ہیں۔ بوسنیا کے مسئلے میں ناکامی کا ذکر کرتے ہوئے امریکہ کے نئے اسپیکر مسٹر گنگوش
ے ایک انٹرویو میں کھل کر اقوام متحدہ کو اس کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ بہاچ نامی شہر اقوام متحدہ
یے کردہ "محفوظ علاقہ" ہونے کے باوجود سرب فوجیوں کے حملے کی زد میں ہے۔

(سی این این ۵ دسمبر)

بہاچ نامی شہر جس میں مسلمانوں کی کثیر تعداد اس امید پہ ہجرت کر کے آگئی کہ اقوام متحدہ نے اس کو محفوظ
علاقہ قرار دے دیا تھا جس کا معنی وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ اب اس شہر پر سرب درندے حملہ نہیں کریں گے نہ
ے گھر تباہ ہوں گے نہ ان کے مکانات پر گولہ باری ہوگی۔ نہ یہاں آگ و خون کی ہولی کھیلی جائے گی۔ اور

اگر آئندہ سرب نے اس طرف بُری نگاہ ڈالی تو اقوام متحدہ خود سامنے بڑھ کر سرب درندوں کے ہاتھ کاٹ دے گی۔
لیکن ان کی ساری امیدوں پر پانی اس وقت پھر گیا جب سرب فوجوں نے چاروں طرف سے اچانک حملہ کر دیا۔
ان کے لڑاکا طیارے بمباری کرتے رہے۔ ان کے ٹینک آگ کے گولے برساتے رہے۔ ان کے ٹینک آگ
کے گولے برساتے رہے۔ پہاڑوں کی اونچائی سے بہاج کے مسلمانوں پر گولیوں کی بوچھاڑ ہوتی رہی ہر گھنٹہ بعد
خبروں میں یہ بتایا جانے لگا کہ اب بہاج سرب ہاتھوں میں پہونچ رہا ہے۔ اقوام متحدہ کے فوجی کچھ کر نہیں سکتے۔
دنیا نے یہ بھی دیکھا کہ بہاج کے مسلمان نہتے ہونے کے باوجود لڑتے رہے۔ کمزور ہتھیاروں کے ذریعہ بہاج
کا دفاع اور سرب کا مقابلہ ہوتا رہا۔ بوسنیا کے صدر علی عزت بیگووچ۔ بوسنیا کے نائب صدر اور اقوام متحدہ میں
بوسنیا کے سفیر اقوام متحدہ اور نیٹو کو اس کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے مطالبہ کرتے رہے کہ اس محفوظ علاقہ کی
حفاظت کی جائے۔ یہاں ہونے والی تباہی روک دی جائے۔ اقوام متحدہ اپنے وعدوں کو لاج رکھے۔ نیٹو
اپنے بیان پر کچھ تو شرمائے لیکن مجال ہے کسی کو شرم آئی ہو۔ امریکی حکام نے سیاسی اتار چڑھاؤ کی بناء پر متحدہ
یورپ پر دباؤ ڈالا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ متحدہ یورپ کے لڑاکا طیاروں نے سرب علاقے کے ایک رن وے
(RUNWAYS) کو اپنے حملہ کا نشانہ بنایا لیکن انہیں یہ حکم دیا جا چکا تھا کہ اس حملہ کا مقصد محض چند گڑھے کرنے
ہیں۔ سرب ہوائی جہازوں اور ان کے ٹینکوں کو نشانہ بنانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تاکہ دنیا کو یہ تاثر دیا جا سکے
کہ متحدہ یورپ اب اس جارحیت کو برداشت کرنے والا نہیں۔ اور امریکہ اور یورپ کے سیاسی اتار چڑھاؤ
اور کشیدگی کو بھی دور کیا جائے اور روس کے صدر بورس یالسن کو خوش کر دیا جائے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ
کیا متحدہ یورپ کے اس حملے کے بعد سرب رہنما اور ان کے فوجی بہاج شہر پر حملہ کرنے سے باز آگئے؟ نہیں!
سرب رہنما RADOVAN KARADZIC نے بانگ دہل اعلان کیا کہ ہم اس حملے کا بھرپور جواب دیں گے
اور متحدہ یورپ کے خلاف کاروائی کرنے پر غور کیا جائے گا۔ متحدہ یورپ کے خلاف کاروائی تو کیا ہوتی۔ بہاج
شہر پھر سے زبردست گولہ باری کا نشانہ بن گیا۔ ہر طرف آگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ سینکڑوں زخمی اور ہلاک
ہوئے۔ اقوام متحدہ کے زیر اہتمام پہنچایا جانے والا امدادی قافلہ سرحد پر روک دیا گیا اور اعلان کیا گیا کہ یہ ہے جوابی
کاروائی؟ اب آپ ہی سوچیں اس حملہ کے نتیجہ میں کس نے نقصان اٹھایا اور کس کو فائدہ پہونچا۔ اقوام متحدہ سے
جب بھی کسی نے پوچھا کہ یہ کیوں ہو رہا ہے۔ کیا کوئی ایسی کاروائی نہیں ہو سکتی جس کے ذریعہ ہمیشہ کے لیے جارح کو
سبق مل جائے۔ پھر سے وہ سبق کیوں نہیں پڑھایا جاتا جو عراق کے صدر کو پڑھانے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ اس کا جواب
کیا ملا؟ یہی کہ اگر ہم نے کاروائی کی تو اقوام متحدہ کی امن فوجوں پر آنچ آئے گی۔ امدادی کاموں میں رکاوٹ پیش
آسکتی ہے۔ اور پھر ہم یہاں صرف امن کے لیے آئے ہیں کسی اور مقصد کے لیے نہیں؟ اقوام متحدہ کے فوج کے

برطانوی سربراہ جنرل روس (ROSE) سے سرب فوجوں کے خلاف کاروائی کرنے کے لیے مطالبہ کیا گیا تو اس نے کہا کہ ہم یہاں امن کے لیے آئے ہیں۔ اگر ہم کسی کی طرف داری کرلیں تو اس کا مقصد خود کو اس جنگ میں دھکیل دینا ہوگا بہاج پر سرب حملوں سے ہمیں انتہائی مایوسی اور افسوس ہوا ہے۔" اقوام متحدہ کے ترجمان نے بات ٹالنے کی غرض سے یہ بیان دیا کہ ہم اس محفوظ علاقہ کی حفاظت کرنے میں ناکام ہو گئے ہیں۔

ITS QUAE CLEAR THAT WE HAVE FAILED TO DETER AN ATTACK ON THE SAFE AREA" TIME INT 5/12/94

"متحدہ یورپ نے یہاں تک کہا کہ ہمارے لڑاکا طیارے سرب ہتھیاروں کے خلاف کاروائی کے لیے جا چکے تھے لیکن سخت اندھیروں کے باعث ہم مطلوبہ ٹارگٹ پر حملہ نہ کر سکے۔"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ متحدہ یورپ کے پاس جدید قسم کے لڑاکا طیارے نہیں ہیں۔ اور ان کے تمام طیارے تکنیکی صلاحیتوں سے محروم ہیں۔ معلوم نہیں عراق کی تباہی کے لیے طیارے کس سے منگوائے گئے تھے؟

پاکستان کی وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے جب اقوام متحدہ اور برطانوی وزیراعظم جان میجر سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ سربوں کے خلاف فوجی کاروائی کی جائے۔ اس کے جواب میں برطانوی وزیراعظم نے کھل کر یہ کہہ دیا کہ یہ مطالبہ قابل تسلیم نہیں ہے۔ اور یہ مطالبہ مسئلے کا حل نہیں ہے، فضائی حملے آبادی کو تحفظ نہیں دے سکتے نہ مسائل حل کر سکتے ہیں، رہا اسلحہ کی ترسیل پر سے پابندی ہٹانے کا مطالبہ تو اس سے تنازع میں اضافہ ہوگا اور اقوام متحدہ کے زیر انتظام امدادی ٹیموں کے کاموں میں رکاوٹ پیش آئے گی۔ (جنگ ۳۰ نومبر ۹۴ء)

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بطروس غالی بوسنیا کے سارے فریق سے ملاقات کرنے اور امن منصوبہ کو کامیاب بنانے کے لیے مختصر دورہ پر سرائیوو آئے یہاں انہوں نے صدر علی عزت بیگوچ سے ملاقات کی۔ اخباری رپورٹروں کے دریافت کرنے پر بطروس غالی نے کہا کہ یہ اجلاس بہت اچھا رہا تاہم کچھ چھوٹے اختلافات ہیں جن پر آئندہ گفتگو ہوگی۔ لیکن بوسنیا کے صدر نے اس وقت یہ بیان دیا کہ اختلافات معمولی نہیں بلکہ غیر معمولی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ صدر عزت بیگوچ نے بطروس غالی کی پالیسیوں کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہوگا اور اقوام متحدہ کی ناکامیوں بلکہ شرارتوں پر سخت احتجاج کیا ہوگا۔ بعدازاں سرب لیڈر KARADZIC سے ملاقات طے تھی لیکن سرب لیڈر نے بطروس غالی سے ملنے پر انکار کردیا۔ جس پر بطروس غالی نے کہا کہ مجھے سرب لیڈر کی اس حرکت سے بہت مایوسی ہوئی ہے۔ اگر اسی طرح کے حالات رہے تو اقوام متحدہ اپنی فوجوں کو واپس بلانے پر غور کرے گا۔

سرب لیڈروں کی مسلسل زیادتیوں اور جارحیت کے باوجود اقوام متحدہ اور متحدہ یورپ کے زعماء کا یہ فیصلہ

کہ ان کی فوجیں واپس بلالی جائیں گی۔ ہمارے لیے کوئی حیران کن اعلان نہیں ہے۔ لیکن کم ازکم دنیا یہ ضرور جان گئی ہے کہ ظالم کا ہاتھ پکڑنے کا دعویٰ کرنے والوں نے مظلوموں کے ہاتھ کس طرح باندھ رکھے ہیں۔ وہ کونسا ظلم ہے جو امن کے نام پر بیان نہیں کیا گیا؟ وہ کونسا وعدہ ہے جسے پورا کرنے کے لیے متحدہ یورپ نے عملی قدم اٹھایا؟ وہ کون سا شہر ہے جسے محفوظ علاقہ قرار دینے کے بعد سرب بمباری سے بچایا گیا ہو؟ ہم بار بار بتلا چکے ہیں کہ بوسنیا کے مسلمانوں کو مجبور و بے سہارا کرنے اور ظالمانہ وسفاکانہ طریقوں سے ختم کرنے میں تنہا سرب لیڈر اور ان کے فوجی نہیں ہیں، تمام اسلام دشمن قوتیں بالخصوص متحدہ یورپ شریک ہے۔ یہ انہی کی آپس کی ملی بھگت کا نتیجہ ہے کہ بوسنیا کے مسلمان گزشتہ تین سالوں سے مسلسل مصائب و آلام کا شکار ہیں۔ پاکستان میں بوسنیا کی سفیر ساجدہ سلاجک کا مبنی برحقیقت یہ بیان ملاحظہ کیجیے۔

> آزادی سے پہلے ملک میں ہر ادارہ سربوں کے ہاتھ میں تھا۔ ریڈیو اسٹیشن ذرائع ابلاغ اور تمام اخبارات انہی کی تحویل میں تھے چنانچہ انہوں نے سوچا کہ جارحیت کی صورت میں وہ دو ماہ کے اندر ہمیں ختم کر ڈالیں گے ...... اتحادیوں کے تعاون سے ...... میرا مطلب ہے برطانوی، فرانسیسی اور روسی حکومتیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ پوری طرح سربوں کی پشت پناہ ہیں اب تک برطانوی اور فرانسیسی حکومتیں کھلم کھلا ان کی مدد کرتی رہی ہیں۔

اقوام متحدہ کی فوج کے کردار کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ۔

> امن وسلامتی کا قیام ان کی ذمہ داری ہے جو اس وقت ان کا ہے ہمارا تحفظ کرنے اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کو عملی جامہ پہنانے کے بجائے وہ بس داغے گئے گولوں اور مقتولین شمار کرتے رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے انہیں خود اپنا تحفظ کرنا ہوتا ہے لہٰذا ہم ان سے مطمئن نہیں۔ ہم اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندہ یاسوسی اکاشی کے کردار سے بھی مطمئن نہیں۔ اکثر موقع پر وہ سربوں کی حمایت کرتے رہتے ہیں۔ (اردو ڈائجسٹ لاہور ستمبر ۱۹۹۴ء)

حالات وواقعات اس بات کے شاہد ہیں جسے محترمہ ساجدہ سلاجک بیان کر رہی ہیں۔ حال ہی میں ہنگری کے دارالحکومت بڈاپسٹ میں یورپی سمٹ کا انعقاد ہوا۔ جس میں یورپ، امریکہ اور روس کے سربراہ اور وزراء شریک ہوئے۔ اجلاس میں بوسنیا کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ مجال ہے کہ کسی نے بہاچ شہر پر سرب بمباری کی مذمت میں کوئی بیان دیا ہو۔ یا کوئی قرارداد پاس کی گئی ہو۔ اخباری اور ٹی وی کے نمائندوں نے اپنی رپورٹ میں واضح کیا کہ بوسنیا کے مسئلہ پر یورپ قطعی طور پر کوئی رول ادا کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ گویا دوسرے لفظوں میں سربوں کے ہاتھ کھلے چھوڑ دیئے گئے ہیں کہ جس طرح چاہیں جہاں چاہیں بوسنیا کے مسلمانوں اور ان کے شہروں پر

روائی کرتے رہیں ۔ بوسنیا کے دوسرے شہر تو اپنی جگہ ۔ خود سرائیوو پر سرب فوجوں کے گولی چلانے اور انہیں خوفزدہ
بتے کی ابتداء ہو چکی ہے ۔ برطانوی ٹی وی "آئی ٹی وی" نے اپنی خبروں میں بتایا کہ سرائیوو پر دو دشمن کا حملہ تیز ہونے
ہے ایک سردی اور برف باری کا ۔ اور دوسرا سرب فوجوں کا ۔ کہ یہ شہر کے کناروں سے شہر کے مصروف ترین
ڈ پر گولیاں چلاتے رہیں گے جس کی زد میں بوڑھے، عورتیں اور بچے آئیں گے ۔ گذشتہ کل دو بوڑھے مرد اور ایک
رت ان کا نشانہ بن بھی چکے ہیں ۔ اس کے باوجود ہنگری میں بیٹھے یہ یورپ کے زعماء اور امریکہ و روس امراء بوسنیا
ے سلسلے میں کوئی ایسا فارمولا تیار نہ کر سکے جس سے سرب جارحیت کا خاتمہ ہو جائے ، اجلاس میں بوسنیا کی مسلم
و متعد کے رہنماؤں نے بھی خطاب کیا اور یورپ کی اس پالیسی پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ۔

عالمی برادری نے جارح کے آگے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور میرے ملک کی تقسیم کو تسلیم کیا جا رہا
ہے انہوں نے کہا کہ بوسنیا کے عوام سے دھوکہ کیا گیا ہے ۔ بوسنیا کی حکومت چاہتی تھی کہ سمٹ
میں سربوں کے خلاف سخت بیان جاری کرتے ہوئے بہاچ پر ان کے حملوں کی زبردست مذمت
کی جائے لیکن روس نے بیان پر اتفاق رائے کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتے ہوئے اسے ویٹو
کر دیا ۔ (جنگ لندن ۷/دسمبر ۹۴ء)

بوسنیا کے صدر عزت بیگ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ۔

نا اہلی ہچکچاہٹ اور بعض اوقات مغرب کی بدنیتی کے باعث جنگ طویل ہوتی جا رہی ہے انہوں
نے کہا کہ اس کا نتیجہ اقوام متحدہ کی رسوائی نیٹو کی تباہی اور یورپ کی بدنامی کی صورت میں نکلے گا ۔
(جنگ ۸/دسمبر ۹۴ء)

عین اس وقت جب کہ سرب درندے بہاچ پر مسلسل گولے برسا رہے ہیں ۔ اور مسلمانوں کی املاک اور ان کی جانیں
برباد اور ہلاک ہو رہی ہیں بجائے اس کے کہ اقوام متحدہ پوری قوت کے ساتھ سرب درندوں اور ان کے ہتھیاروں
کو نشانہ بنائے ، الٹا یہ اعلان کر رہے ہیں کہ سربوں کے اس حملے میں چونکہ اقوام متحدہ کی فوج پھنس چکی ہے اس لیے
ان کا انخلاء لازمی ہو گیا ہے ۔ اس فیصلے کو عملی جامہ دیتے ہوئے فوری طور پر ۴۰۰ فوجیوں کو بہاچ شہر سے واپس بلا
لیا گیا ۔ اور مزید فوجیوں کو ۲۴ گھنٹے کے اندر نکال لیا جائے گا ۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ سرب بہاچ شہر کی اینٹ سے
اینٹ بجا دیں ۔ اور مسلمانوں کو قتل کرتے ہوئے پورے شہر پر قبضہ کر لیں ۔ اور اقوام متحدہ یہ کہتے ہوئے فخر محسوس کرے
کہ چونکہ سرب فوجوں نے امن فوجیوں کو نشانہ نہیں بنایا اس لیے ہم سرب کے خلاف کارروائی نہیں کر سکتے ۔ کہ اس سے
علاقہ میں امن کا منصوبہ خطرے میں پڑ سکتا ہے ۔ BBC کے تبصرہ نگار کا کہنا ہے کہ ان فوجیوں کے انخلاء سے
پتہ چلتا ہے کہ اقوام متحدہ بوسنیا کے مسئلے سے دامن چھڑانا چاہتی ہے (جنگ ۸/دسمبر) ۔ جب کہ ہمارے نزدیک

دامن چھڑانے کے بجائے یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اقوام متحدہ بہاچ شہر کے مسلمانوں کو سرب درندوں کے دامن سے وابستہ کردینا چاہتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اقوام متحدہ ضرور مداخلت کرتی اور مزید فوجی کمک بھیج کر اپنے ہی طے کردہ "محفوظ علاقہ" کی حفاظت کے لیے پوری قوت استعمال کرتی نہ کہ بچے کھچے فوجی واپس بلالیتی۔ جب کہ انہیں یہ اچھی طرح معلوم بھی ہو کہ سرب رہنما ابھی تک امن منصوبہ اور یورپ کا تیار کردہ نقشہ بار بار مسترد کرتے چلے آئے ہیں۔ اور ملکہ جان میجر کے بقول امن کے کام میں رکاوٹ پیدا کرنے والے بوسنیائی سرب ہیں۔ پھر بھی ان کے خلاف کچھ نہ کرنا آخر کس ذہن کی غمازی کرتا ہے؟ کیا یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ یہ سب مل کر ایک چھوٹے اور کمزور ملک کو ہر لحاظ سے اس قدر برباد اور تباہ کرنا چاہتے ہیں کہ دوسری اسلامی ریاستوں کے لیے عبرت کا نمونہ بن جائے۔

عالم اسلام کے رہنماؤں کو ان حالات کا پورا پورا علم بھی ہے۔ لیکن نہ بول سکتے ہیں نہ کرسکتے ہیں۔ اور موجودہ حالات میں ہمیں امید بھی نہیں کہ دنیا کے یہ مسلم حکمران صلاح الدین رح اور محمد بن قاسم رح کا کردار ادا کرسکیں۔ ان سے اب درخواست ایک مذاق ہی معلوم ہوتی ہے۔ ہم ان سے صرف یہی کہنا چاہتے ہیں کہ خدارا اپنی کانفرنسوں اور بیانات میں بوسنیا میں "دیر کریں گے۔ وہ کریں گے۔" کا فضول نعرہ نہ ہی لگائیں تو بہتر ہے۔ کیونکہ آپ نہ یہ کرسکتے ہیں اور نہ وہ کرسکتے ہیں۔ آپ کا کام صرف دیکھنا۔ اور قرار دادیں پاس کرنا رہ گیا۔ ان مظلوم مسلمانوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیجئے۔ اللہ ان کا حامی و ناصر ہو جائے گا۔ آپ کے لیے بس یہی ایک پیغام ہے۔ وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔

(بقیہ صفحہ ٢٢ سے)

فیقول
انت انت
ویلبسہ التاج
(رواہ ابن حبان)

ابلیس فرط مسرت سے اعلان کرتا ہے!
ہاں! ہاں! تم ہی وہ مرد میدان اور مستحق انعام واکرام شیطان ہو جس نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان ہی کے ہاتھوں قتل کروادیا۔ اور [illegible] کو تباہ کردیا اور قاتل کے کھنچنے کے لیے نئے خطرات اور مصائب کا دروازہ کھول دیا ـــــ تم کامیاب ہو اور ـــــ آؤ۔ آؤ ہم تمہارے اور تمہارے دوسرے ساتھی جس نے دوسرے مسلمان کو "شرک" کے گڑھے اور گہرے گڑھ میں پھینک دیا۔ آج سب کے سامنے تمہارے سروں پر فخر و کامیابی کے تاج پہناتا ہوں ـــ چنانچہ ان دونوں کو اس کامیابی پر تاج پہنا دے گا۔

حضرت مولانا سعید احمد عنایت اللہ مکۃ المکرمہ

دینی مدارس

ضرورت و اہمیت، تاریخی پس منظر، علوم نبوت کی حفاظت و ترویج میں بنیادی کردار، اور شاندار مستقبل کی ضمانت

(ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین)

اسلام ایک جامع اصلاحی پروگرام

اسلام صرف چند دینی شعائر کی ادائیگی کا نام نہیں جو مخصوص اوقات میں مخصوص مقامات پر ادا کر دیئے جائیں اور بس! بلکہ اسلام ایک کامل و مکمل نظام حیات ہے۔ جو انسانوں کے تمام شعبہ ہائے زندگی کے لیل و نہار میں ان کا مرشد و راہنما اور قائد راہ ہے۔ یہ وہ ضابطۂ حیات ہے جو خود علام الغیوب حکیم ذات نے عین انسانی فطرت کے مطابق اپنی افضل ترین مخلوق کی کرامت و شرافت کی حفاظت اور اخروی سعادت کے لیے وضع فرمایا جو انسانی عقل کے جملہ نقائص سے مبرا ہے۔

اسلام وہ نظام حیات ہے جو ایک فرد کی زندگی کے دونوں پہلوؤں (ظاہری و باطنی) اور جملہ انسانوں کی اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں کے لیے ربانی ہدایات پر مشتمل اپنا حسین و جمیل مربوط اصلاحی پروگرام رکھتا ہے۔

اسلام نسبت نہیں عمل کا نام ہے

اسلام مسلم افراد اور مسلم معاشروں سے انفرادی اور اجتماعی حالات میں اپنے نظام کی تنفیذ چاہتا ہے۔ تاکہ فرد اور معاشرہ عملاً اسلامی ہو۔ نہ کہ صرف نام اور نسبت کا ہی اسلامی ہو کافی نہیں۔ اسلام کی نظر سے اس کے اصولوں سے تمسک اور اللہ کی رسی سے اعتصام مسلمان ہونے کے لیے ضروری شرط ہے۔ کیوں کہ عمل کے بغیر فقط نام اور اسلام کی طرف نسبت پر نہ تو دنیاوی منافع مرتب ہوتے ہیں نہ اُخروی ثواب کی امیدیں! اس لیے روز اول سے داعی اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اولین خطاب میں جہاں یہ دعویٰ کیا کہ میں اس کائنات میں تمام انسانوں کا واحد نجات دہندہ ہوں۔ (یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا) میں یہی دعویٰ ہے وہاں یہ بھی مطالبہ کیا کہ تم فلاح چاہتے ہو تو تمہیں اللہ کو معبود برحق اور مجھے واجب الاطاعت مان کر میری اتباع کرنی ہوگی۔ (قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا) میں یہی واضح اعلان ہے۔ اور اسی شرط کو قرآن حکیم نے ان الفاظ میں بیان

کیا ہے (ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی) کہ تم اللہ سے محبت کے دعویدار ہو تو تم میری اتباع کرو!

اتباع نبوت کا وسیع دائرہ

اتباع نبوت کا دائرہ کہاں تک ہوگا؟ کیا صرف عقیدہ و عبادت میں؟

یا پھر وہ ذات مقدس جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لیے اسوۂ حسنہ بنایا کی لائی ہوئی شریعۃ مطہرہ تمام امور میں ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

یا ہم دوہرا کردار اپنائیں کہ عقائد و عبادات اسلامی اور نظام زندگی غیر اسلامی؟

اسلام میں دوہرے کردار کی گنجائش نہیں

اسلام میں یہ ضابطہ بھی بالکل واضح ہے کہ اہل ایمان کے لیے نظام زندگی اختیار کرنے میں ثنائیت و دوئیت کی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے کہ وہ عقائد و عبادات میں تو شریعت اسلامیہ کے پیرو کار رہیں۔ اللہ اور اس کے رسو کے نام لیوا رہیں مگر نظام معیشت، معاشرت، سیاست و حکومت میں کسی اور کے نظام کے تابع ہوں۔ بلکہ ا نے تو ان کے لیے شرط ایمان یہی ٹھہرائی کہ وہ زندگی کے ہر گوشہ میں حکم خدا و رسول کو بلا چون و چرا نافذ کریں، کہ ا کو بطیب خاطر قبول کرنا ہی ایمان کی علامت ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

(فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما)

مجھے آپ کے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے معاملات میں آپ کو حکم اور فیصل نہ مان لیں۔ پھر آپ کے حکم میں تنگی محسوس نہ کرتے ہوئے مکمل طور پر اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں

اسلامی نظام کی تنفیذ کیوں؟

اسلام نے کیوں کر اپنے نظام حیات کا نفاذ اپنے پیروں پر فرض کر اس لیے کہ وہ سراسر ہدایت، نور اور انسانی افراد، جماعات اور معاشروں سب کے لیے یکساں طور پر ایک اصلاحی پروگرام ہے اور فلاح کا ضامن ہے، وہ فرد جماعت اور مع کے ہر فساد کو مٹا کر اصلاح و فلاح مہیا کرتا ہے، اور انسانی تاریخ اس کی شاہد بھی ہے اور آج بھی اس میں تاثیر اور انقلابی صلاحیت پہلے کی طرح موجود ہے۔ صرف اس کو آزمایا تو جائے؟

اسلام کے اولین پیغام قرآن حکیم اور اس کے بیان سنت رسول میں جامعیت اور کمال کل بھی تھا اور آ بھی ہے،

شریعت اور اس کی جامعیت

اسلامی شریعت کے ماہرین نے فقہاء و مجتہدین ہوں یا محدثین ارباب سیر ہر ایک نے اپنی اپنی تالیفات کو عقائد و عبادات

تک محدود نہ رکھا بلکہ ایمانیات وعبادات کے علاوہ نکاح وطلاق اور جملہ خانگی امور پھر معاملات میں بیع وشراء ان کی جملہ اقسام وانواع ہر ایک کے احکام، اقرار، اجارہ، نفقات وحقوق، شفعہ، شہادت جنایات وحدود، ابواب سیر وجہاد میں امن، جنگ کے احکام وآداب، پھر مسلم، غیر مسلموں کے حقوق، وقف ومیراث کے مسائل اور بین الاقوامی ضوابط امن وحرب، غرض اس دنیا میں قدم رکھنے سے لے کر مرنے کے بعد تک کے احکام کو مفصل بیان کیا۔ یہی صراط مستقیم ہے اهدنا الصراط المستقیم جس کو اختیار کرنے کی ہم دعا کرتے ہیں۔ یہی وہ طریق نور ہے جس کے بارے میں ارشاد ربانی ہے جس میں اہل ایمان سے مطالبہ ہے کہ (آمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا) تم مومن بننے کے لئے اللہ ورسول پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اس نورانی نظام زندگی پر ایمان لاؤ جو ہماری طرف سے نازل شدہ ہے۔ اور اس نظام حیات کو اختیار کرو جو ہماری طرف سے وضع کردہ ہے جس کے صانع اور اختراع کرنیوالے خالق کائنات ہیں۔

پھر اس پر ایمان لانے کے بعد نہیں بلکہ اس سے پہلے ہر دیگر طاغوت کا کفر اور اس کو رد کرنا بھی ضروری ہے۔ ارشاد ربانی ہے (ومن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ) ایمان باللہ یعنی اللہ سے رابطہ کے لیے ضروری شرط ہے کہ ہر طاغوت سے قطع تعلق ہو جائے، اس تمہید کے بعد عرض یہ ہے کہ

اسلام کا تدریجی اصلاحی پروگرام

اسلام کے اس حسین وجمیل، کامیاب ترین، انتہائی سہل، ہمہ گیر اور قابل عمل اصلاحی نظام حیات کا مطالعہ کرتے ہوئے اسے ہم تین مراحل میں تقسیم کر سکتے ہیں،

۱۔ فرد کی عقل وقلب کی اصلاح (فرد کی باطنی اصلاح)

۲۔ فرد کی اخلاقی ونفسیاتی اصلاح (فرد کی ظاہری اصلاح)

۳۔ انسانی معاشرے کے افراد کی عمومی اصلاح (افراد کی معاشرتی اصلاح)

(۱) باطنی اصلاح

اسلام نے اپنے اصلاحی پروگرام کا آغاز انسانی عقول وقلوب کی تطہیر سے کیا۔ اور انہیں باطل تصورات وتخیلات، خرافات اور جاہلی رسوم سے آشنا کرنے کے لیے صحیح عقیدہ عطا کیا۔ اور خالق کی ذات وصفات سے انسان کو ایسا متعارف کرادیا کہ انسانی عقول وقلوب غیر اللہ کی ہر باطل قوت کے خوف اور غلامی سے بالکل آزاد محض ذات حق سے مربوط ہو جائے۔

(۲) اخلاقی ونفسیاتی اصلاح

انسان کی اخلاقی ونفسیاتی اصلاح کے لیے ہر فرد پر عبادات کا ایسا نظام عائد کر دیا کہ جو اسے ہمیشہ اپنے معبود سے وابستہ رکھے اور اس کو عقل کی آوارگی، فکری بے راہ روی سے باز رکھے، اور خواہشات نفس پر غلبہ پانے میں ممد ومعاون بن سکیں،

(۴) معاشرتی اصلاح انسانی معاشروں کی عمومی اصلاح کی خاطر اسلام نے عادلانہ نظام معیشت و معاشرت نظام سیاست و حکومت عطا کیا، جس نے انسانوں کے لیے شرافت و کرامت، ان کے جملہ حقوق مالیہ وغیرہ مالیہ کے حفاظت کی ضمانت دی۔ ان کو امن و امان مہیا کیا، راعی اور رعیت کے فرائض واجبات مسلمانوں کے مابین تمام معاملات زندگی کے احکام مسلمانوں اور دیگر اقوام کے ساتھ احوال صلح و جنگ کے آداب و احکام، الغرض انسانی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی احوال میں شریعت اسلامیہ نے کلی طور پر راہنمائی فرماتے ہوئے احکامات وارشادات ربانی صادر فرمائے جن کی تنفیذ کا مطالبہ بھی فرمایا،

تنفیذ یا ترک؛ سعادت یا شقاوت اسلام کے اجتماعی نظام کی تنفیذ کے لئے مسلم حکمران اور اور اسلامی حکومت کو اسی طرح مکلف بنایا جس طرح انفرادی زندگی میں عبادات و فرائض میں ایک فرد مسلم کو!

جس طرح ایک فرد اپنے فرض کو ادا کر کے دنیا میں سرخرو اور سعادت کا حق دار ہوتا ہے اسی طرح اجتماعی نظام میں اس کی تنفیذ سے حکمران سرخرو اور بری الذمہ ہوگا، اور مسلم حکومت و حکمران اور پوری امت ہر ایک یکساں طور پر مستفید ہوگا، بلکہ ایک فرد کا انفرادی فرائض کو ترک کرنے سے ضرر اس کی ذات تک محدود رہے گا۔ مگر اسلام کے اجتماعی نظام کی تنفیذ کے ترک سے حکمران اور پھر پوری قوم ہلاکت و شقاوت کا شکار ہوگی، مثال کے طور پر ایک شخص ترک نماز سے (من ترك الصلاة متعمداً فقد كفر) کی وعید کا مستحق ہوتا ہے تو اسی طرح مسلم حکمران بھی نظام شریعت کی تنفیذ کا فریضہ ترک کر کے (من لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الكافرون) (هم الظالمون) (هم الفاسقون) کی وعید کا مستحق ہوگا، عبرت کے لیے؛ تنفیذ شریعت کی دنیاوی برکات کا مشاہدہ آج بھی سعودی عرب کے مثالی امن و امان سے کیا جا سکتا ہے۔ اور نظام فطرت کے نتیجہ میں دنیاوی فساد اور شمالی بدامنی کا امریکہ کے پرفتن ماحول و معاشرے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے (فاعتبروا یا اولی الالباب!)

مگر صد افسوس مسلم حکمران دعویٰ بھی اسلام کا کریں اور ملک بھی مسلمانوں کا ہو مگر تنفیذ شریعت کے بجائے اسلامی احکام کا استہزاء کریں، تمسخر اڑائیں، امن کی ضامن حدود کو وحشیانہ کہیں تو اس حکمران، اس ملک، اور اس کے عوام کی بدبختی کی کیا حد ہوگی؟ اس عمومی ضلالت و شقاوت سے بچانے کے لیے حق تعالیٰ شانہ نے مسلمان افراد ہوں یا ارباب حکم و حکومت سب سے مطالبہ کیا ہے کہ (ادخلوا في السلم كافة) تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تم عقائد و عبادات کے ساتھ اپنے معاملات اپنی معاشرتی، اقتصادی، اجتماعی و سیاسی زندگی میں کسی دوسرے نظام کے بجائے

صرف اور صرف اسلامی نظام کو اختیار کرو۔ پھر فرمایا (ولا تتبعوا خطوات الشیطان) اس میں تو اسلامی نظام کے علاوہ تمام نظامہائے زندگی مشرق سے آئیں یا مغرب سے سب کو شیطانی راستے قرار دیا۔ جن کی اتباع سے اس آیت میں روکا گیا ہے، اس قرآنی آیت میں ادخلوا کا امر اور لا تتبعوا کی نہی ہے۔ اس امر اور نہی ہی کے بموجب تمام مسلمان ایک نظام زندگی کے اختیار کرنے اور بقیہ تمام نظامہائے زندگی کو ترک کرنے کے مکلف بنائے گئے ہیں۔

اسلامی نظام کی درسگاہیں

اسلام کے اس عالمگیر جامع نظام حیات کی باضابطہ تعلیم جن درسگاہوں میں اس کے اصل مصادر قرآن وسنت اور سلف کی تشریحات پر مشتمل کتب کی صورت میں دی جاتی ہے اور جن درسگاہوں کے نصاب میں شروع تا آخر کتب سلف صالحین شامل ہیں اور ان کے جملہ ابواب کو مرتب انداز میں طلبہ کو صرف متعارف ہی نہیں کرایا جاتا ہے بلکہ ایسے رجال کار پیدا کئے جاتے ہیں جو ان تشریحات کو محفوظ کرنے کے ساتھ ان کے داعی اور نقیب ہوتے ہیں وہ ہمارے مدارس دینیہ ہی ہیں، یہ دین کے وہ مورچے ہیں جہاں سے طالبانِ حق اسرار و رموز شریعت سے مسلح ہو کر میدان دعوت میں اقدام بھی کرتے ہیں اور اعدائے دین کی دعوت کے راستہ میں رکاوٹوں اور شکوک و شبہات کا علمی رد بھی پیش کرتے ہیں۔ جن کے بارے میں کچھ تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

دینی مدارس

وہ تعلیمی اور تدریسی ادارے ہیں جن کا ہدف قرآن وسنت کے جملہ علوم و معارف کے انوار سے دنیا کو منور کرنا ہے، جہاں پر شریعت اسلامیہ کو اپنی جامعیت کے ساتھ اس کے اصل مصادر و ماخذ سے سلف کے نہج پر آئندہ نسلوں میں منتقل کیا جاتا ہے۔ یہ وہ تربیتی کیمپ ہیں جہاں پر ایسے راسخ العقیدہ، دعوت دین کے علمبردار تیار کئے جاتے ہیں جو اللہ کی ذات کے بارے میں کسی کی ملامت سے خائف نہ ہوں جو شریعت اسلامیہ کی ابدی صلاحیتوں اور اس کے ہر زمانہ ہر مکان ہر رنگ و نسل کے انسانوں کے لیے یکساں افادیت کے غیر متزلزل عقیدے کے حاملین ہوں۔ اور انہیں اپنی اور پوری انسانیت کی نجات کا واحد راستہ صرف اور صرف اسلام کے عالمگیر عادلانہ نظام زندگی ہی میں نظر آتا ہے۔

مدارس کے فضلاء

مسلم معاشرہ کی موجودہ نسلوں کو سلف امت کے ساتھ مربوط کرنے کی سعی اور موجودہ نسلوں میں اسلام کی عظمت کو پھیلانے کی جدوجہد کرتے ہیں۔ برصغیر میں انگریزی استعمار کے دور میں انگریز کو برصغیر سے نکالنے کی جدوجہد میں ان دینی مدارس کا کردار کسی سے مخفی نہیں ہے کہ کتنے ہی علماء کرام قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے اور کتنوں نے تختۂ دار پر لٹک کر آزادی کی تحریک کی آبیاری کی۔ آزادی کے بعد مملکت خداداد پاکستان جو اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا۔ اس میں عملاً شریعت اسلامیہ

(بقیہ صفحہ ۵۴ پر)

جناب محمد یونس میو صاحب لیکچرار ڈسکہ

علماء دیوبند کی بارگاہ میں علامہ اقبال
کا
خراجِ تحسین

ایّام طالب علمی میں بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے ایک خواب دیکھا کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پہ کھڑا ہوں اور مجھ سے نکل کر ہزاروں نہریں جاری ہو رہی ہیں اپنے استاذ حضرت مولانا مملوک علی سے ذکر کیا تو فرمایا تم سے علم دین کا فیض بکثرت جاری ہوگا۔ اور اس میں شک نہیں ہے کہ دارالعلوم دیوبند نے برصغیر پاک و ہند میں خصوصاً اور پورے عالم اسلام میں عموماً کتاب و سنت اور فقہ کی جو اشاعت کی ہے اس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ اور آج دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے خواب کا مصداق نہ بنا ہو (بیس بڑے مسلمان) جناب شورش نے کیا خوب کہا ہے۔

گونجے گا چار کھونٹ میں نانوتوی رحمہ اللہ کا نام
بانٹا ہے جس نے بادۂ عرفانِ مصطفےٰ ؐ

اس مدرسہ کے جذبۂ عزت سرشت سے
پہنچا ہے خاص و عام کو فیضانِ مصطفےٰ ؐ (چہ قلندرانہ گفتم ص۶۵)

مولانا ظفر علی خان فرماتے ہیں۔

شاد باش و شاد زی اے سرزمین دیوبند
دھر میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

اس میں قاسم رحمہ اللہ ہوں کہ انور شاہ رحمہ اللہ کہ محمود الحسن رحمہ اللہ!
سب کے دل تھے دردمند اور سب کی فطرۃ ارجمند

جناب سرسید احمد خان بانی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بانی دارالعلوم دیوبند کے بارے فرماتے ہیں "امام غزالیؒ کے بعد مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے بڑا فلسفی پیدا نہیں ہوا۔"

محمد علی جناح جن کو دنیا قائد اعظم کے نام سے جانتی ہے دیوبند کے عظیم مفسر قرآن۔ عالم متبحر جو ہزاروں کتابوں کے مصنف ہیں کے بارے فرماتے ہیں۔

"مسلم لیگ کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم ہے جس کا علم وتقدس وتقوی تمام علماء پر بھاری ہے، وہ مولانا اشرف علی تھانوی ؒ ہیں جو چھوٹے سے قصبے میں رہتے ہیں۔ مسلم لیگ کو ان کی حمایت کافی ہے اور کوئی موافقت کرے یا نہ کرے ہمیں پرواہ نہیں۔"

(روئیداد۔ مولانا ظفر احمد عثمانی ص ۸)

اسی طرح ہر عالم اور عامی نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق دیوبند اور فضلائے دیوبند کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ یہاں علامہ اقبال کے ان تاثرات کو بیان کیا جاتا ہے جن کا اظہار آپ نے گاہے بگاہے دارالعلوم دیوبند اور فضلاء دیوبند کے بارے میں کہا ہے، جس سے اقبال اور علماء حق کے باہمی تعلقات سے آگاہی ہوگی نیز جو لوگ علماء دیوبند پر علامہ اقبال ؒ اور قائداعظم کے حوالے سے تنقید کرنے کی کوشش کرتے ہیں شاید ان کی بھی کچھ تشفی ہوسکے گی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے بارے میں حسنِ ظن سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۔ علامہ کے نزدیک برصغیر کے علماء اسلام دنیائے اسلام کی رہنمائی کے اہل تھے سید سلیمان ندوی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"اس وقت مذہبی اعتبار سے دنیائے اسلام کی رہنمائی کی سخت ضرورت ہے اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے بعض علماء (مولانا ندوی۔ سید انور شاہ) اس کام کو باحسن وجوہ انجام دے سکتے ہیں۔" (اقبال نامہ حصہ اول ص ۱۴۴)

۲۔ علامہ اقبال علماء کے انگریز دشمن کردار اور حریت پسندی سے خوش تھے ایک موقع انہوں نے فرمایا۔

"ارباب دیوبند ہوں یا علماء کی کوئی دوسری جماعت میرے دل میں ان کے جذبہ آزادی۔ ان کی انگریز دشمنی اور دین کے لیے غیرت وحمیت کی بڑی قدر ہے۔" (اقبال کے حضور ص ۲۹۱)

۳۔ علامہ اقبال ؒ دارالعلوم دیوبند اور اس کے کردار سے متاثر تھے انہوں نے ایک بار کہا۔

"دیوبند ایک ضرورت تھی اس سے مقصود تھا ایک روایت کا تسلسل وہ روایت جس سے ہماری تعلیم کا رشتہ ماضی سے قائم ہے۔" (اقبال کے حضور ص ۲۹۳)

۴۔ صاحب زادہ آفتاب احمد خاں کے نام علوم اسلامیہ کے متعلق ان کے نوٹ کے جواب میں لکھا۔

"میری رائے ہے کہ دیوبند اور ندوہ کے لوگوں کی عربی علمیت ہماری دوسری یونیورسٹیوں کے گریجویٹ سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ نیز دیوبند اور لکھنؤ کے بہترین مواد کو برسرکار لانے کی کوئی سبیل نکالی جائے۔ (اقبال نامہ حصہ دوم ص ۲۳۳)

۵۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے لیے ایک تعلیمی اسکیم پیش کرتے ہوئے تدوین فقہ جدید کی ضرورت کا تذکرہ

کرتے ہوئے فرمایا۔

"میں دیوبند اور لکھنؤ سے ایسے ذہین اور طبّاع لوگ منتخب کرنے چاہیں جو قانون کا خاص ذوق رکھتے ہوں۔ (اقبال نامہ۔حصہ دوم ص۲۲۵)

۶۔ مولانا قاری محمد طیب راوی ہیں کہ ایک بار کسی نے علامہ سے پوچھا کہ یہ دیوبندی کیا کوئی فرقہ ہے؟ کہا نہیں بلکہ ہر معقول پسند دیندار کا نام دیوبندی ہے۔ (علمائے دیوبند کا مسلک ص۵۵)

۷۔ علامہ اقبال کی علماء دیوبند سے یہ عقیدت عمر کے آخری حصہ تک قائم رہی اور آپ کی ہمیشہ یہ خواہش و کوشش رہی کہ علامہ شبلی۔ سید سلمان ندوی اور علامہ انور شاہ کشمیری جیسے علماء کو لاہور میں مستقل ٹھہرایا جائے اور ان سے استفادہ کیا جائے آپ عمر کے آخری حصہ میں " AID TO THE-STADY OF THE QURAN "

"INTRODUTION TO THE STUDY OF THE QURAN " کے نام سے ایک کتاب لکھنا چاہتے تھے اس بارے میں لکھتے ہیں۔

"چاہتا ہوں کہ کوئی انگریزی جاننے والا فاضل دیوبند میسر آجائے مجھے حوالجات تلاش کرکے دیتا رہے اور لکھتا رہے۔ (ملفوظات۔مرتبہ۔محمود نظامی۔ ۲۲۶)

افسوس کوئی انگریزی جاننے والا فاضل دیوبند علامہ کو نہ ملا آج سینکڑوں علماء انگریزی جاننے والے ہیں لیکن اب کوئی ایک اقبال سا مردم شناس باقی نہ رہا۔

۸۔ ہندوستان میں علمائے دیوبند کا روحانی سلسلہ بیعت حضرت شاہ ولی اللہ تک پہنچتا ہے۔ علامہ موصوف نے شاہ ولی اللہ کی نگاہِ دور رس کے بارے میں فرمایا۔

"شاہ صاحب کی نگاہیں بڑی دور رس ہیں ایک ایسے زمانے میں جب حکومت اور عملداری کی طرح قوائے علم و عمل بھی ماؤف ہو رہے ہیں اور لوگوں کو دلچسپی تھی تو بیشتر چند فرسودہ اور طائل بحثوں سے شاہ صاحب کا سیاست اور معاش پر قلم اٹھانا ایک حیرت انگیز امر ہے۔ وہ صحیح معنوں میں ہماری نشاۃ الثانیہ کے نقیب ہیں پھر فرمایا حجۃ اللہ البالغہ من جملہ ان تصنیفات کے ہے جنہوں نے مسلمانوں کے دل و دماغ کی رہنمائی کی ہے۔" (اقبال کے حضور۔ص۳۵۲)

۹۔ مولانا ذوالفقار علی دیوبندی (والد گرامی شیخ الہند) کے بارے میں سید سلمان ندوی کو لکھتے ہیں۔

"بصیری کو چادر عطا ہونا کئی روایات میں آیا ہے گزشتہ خط میں اس کا حوالہ لکھنا بھول گیا تھا (مولوی ذوالفقار علی دیوبندی نے شرح قصیدہ بردہ میں منجملہ اور روایات کے یہ روایت

بھی لکھی ہے ۔ (اقبال نامہ حصہ اوّل ص۵۸)

علامہ اقبال شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے ایک خط کے بارے میں مولانا ندوی کو لکھتے ہیں ۔

"معارف میں حضرت مولانا محمود الحسنؒ صاحب قبلہ کا ایک خط شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے طرفہ کا ایک مقبول عربی شعر نقل کیا ہے کیا آپ یہ بتانے کی زحمت گوارا کر سکتے ہیں کہ یہ خط مالٹا سے کونسی تاریخ کو لکھا گیا تھا ۔ (اقبال نامہ ۔ حصہ اوّل ص۹۵، ۹۶)

ان دونوں اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ موصوف اکابرین دیوبند سے بھرپور استفادہ فرماتے تھے ۔ اور اُن کے فتویٰ کو محلِ نظر خیال کرتے تھے ۔ چنانچہ ترک موالات کے فتویٰ کے بارے میں انجمن حمایت اسلام کے جلسہ ۱۴ نومبر ۱۹۲۰ء میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا ۔

"اس عرصہ میں میرے پاس متعدد فتوے موصول ہو چکے ہیں جن میں علمائے ہند کا ایک فتویٰ ہے جس پر انتالیس علماء کرام کے دستخط ہیں ۔ علمائے فرنگی محل ۔ علمائے مدرسہ الٰہیات کانپور کے فتویٰ بھی موصول ہو چکے ہیں ان کے علاوہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ کا فتویٰ بھی پہنچا ہے ۔" (اقبال اور انجمن حمایت اسلام ۔ ص۹۷)

۱۱ ۔ جناب اقبال کو شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے مسئلہ قومیت پر اختلاف تھا ؛ یا علامہ اقبال کو مولانا مدنیؒ کے تقریری بیان کو سمجھنے میں غلطی ہوئی یا پریس نے دیدہ دانستہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی ۔ معاملہ کچھ بھی ہو اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دونوں بزرگوں کی نیت پر خلوص تھی اور دونوں کے پیش نظر مسلمانوں کی بہتری اور بھلائی تھی ایسا اختلاف جو خلوص پر مبنی ہو اس کا نتیجہ ہمیشہ اچھا برآمد ہوتا ہے چنانچہ جب طالوت صاحب نے علامہ کو حقیقت حال سے مطلع کیا تو علامہ نے جناب طالوت کو اپنے ۱۸ فروری ۱۹۳۸ء اور ۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء کے خطوط میں تحریر فرمایا ۔

"میں ان کے (مولانا مدنیؒ) احترام میں کسی اور مسلمان سے پیچھے نہیں ہوں ۔"

نیز روزنامہ احسان لاہور کے مدیر کو لکھا "میں مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں ۔" (انوار اقبال ۔ ۱۶۹)

مولانا مدنیؒ کی وضاحت اور علامہ اقبال کی معذرت کے بعد بات ختم ہو گئی ۔ پھر جو علمائے کرام مسلمانوں میں معروف و مقبول تھے جن کے اقوال و افعال مسلمانوں کے لیے نمونہ بن سکتے تھے ان سے بعض امور پر اصولی اختلاف کرنا امت کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے لیکن جن حضرات کے ملفوظات اور فتاویٰ کو عوام قابل توجہ نہیں سمجھتے تھے ان کو اقبالؒ نے بھی درخورِ اعتنا نہیں سمجھا اور یوں قوم کا بہت سا وقت ضائع ہونے سے بچا لیا ۔

۱۲۔ علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ سے جناب اقبال کے خصوصی تعلقات تھے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ۔
"مجھ سے جس قدر استفادہ ڈاکٹر اقبال نے کیا کسی مولوی نے نہیں کیا۔"
(صحیفہ اقبال نمبر حصہ اوّل ص ۲۸۳)

علامہ اقبال نے انور شاہ کشمیریؒ سے مسئلہ زمان و مکان، مسئلہ ختم نبوت، فتنہ ارتداد اور شاہ صاحب کے رسالہ "ضرب خاتم علی حدوث العالم" سے خاص طور پر استفادہ کیا۔ شاعر مشرق نے ۱۹۲۸ء میں پنجاب یونیورسٹی اورنیٹل کالج کانفرنس لاہور میں اپنے صدارتی خطبہ میں کہا۔

"مشہور حدیث "لاتسبوا الدھر فان الدھر ھو اللہ" میں دھر یعنی (TIME) کا جو لفظ آیا ہے اس کے متعلق مولوی سید انور شاہ کشمیری سے جو دنیائے اسلام کے جید ترین محدثین وقت میں ہیں میری خط و کتابت ہوئی ہے۔" (انوار اقبال۔ صد ۲۵۵)

علامہ کی وفات پر ڈاکٹر صاحب نے بذاتِ خود لاہور میں ایک تعزیتی جلسہ کا اہتمام کیا اور اپنی صدارتی تقریر میں بھرائی ہوئی آواز میں یوں خراج تحسین پیش کیا۔

"اسلام کی ادھر کی پانچ سو سالہ تاریخ شاہ صاحب کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔"
(بیس بڑے مسلمان۔ ۲۷۵)

۱۳۔ مسئلہ وحدت الوجود میں اقبال اہل تصوف سے اختلاف کرتے تھے خواجہ حسن نظامیؒ کو ایک خط میں اس مسئلہ پر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے استفادہ کی تلقین کرتے ہیں۔

"حضرت میں نے مولانا جلال الدین رومیؒ کی مثنوی کو بیداری میں پڑھا ہے اور بار بار پڑھا ہے آپ نے شاید اسے سُکر کی حالت میں پڑھا ہے کہ اس میں آپ کو وحدت الوجود نظر آتا ہے۔ مولوی اشرف علی تھانویؒ سے پوچھیئے وہ اس کی تفسیر کس طرح کرتے ہیں اس بارے میں، میں انہی کا مقلد ہوں۔
(مقالات اقبال۔ صد ۱۸۰)

۱۴۔ سید سلیمان ندویؒ "مولانا اشرف علی تھانویؒ" کے خاص مریدوں سے تھے ان کی علالت کی خبر سن کر مولانا مسعود عالم ندوی کو لکھا۔

"مولانا سید سلیمان ندوی کی علالت کی خبر میں بہت متردد کر رہی ہیں خدا تعالیٰ ان کو صحت عاجل مرحمت فرمائے۔ میری طرف سے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر استفسار حالات کیجئے اس وقت علماء ہند میں وہ نہایت قابلِ احترام ہستی ہیں۔ خدا ان کو دیر تک قائم رکھے۔
(اقبال نامہ۔ حصہ اوّل صد ۱۰۴)

علامہ اقبالؒ آپ کی علمی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"علوم اسلام کی جوئے شیر کا فرہاد آج ہندوستان میں سوائے سید سلیمان ندویؒ کے اور کون ہے؟۔ (اقبال نامہ۔حصہ اوّل۔ص۱۹۶)

۱۵۔ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مولانا ظفر علی خانؒ کو ۵ ستمبر ۱۹۲۹ء کو ایک مختصر خط ارسال فرمایا۔

السلام علیکم! ایک نہایت ضروری امر میں مشورہ کرنا ہے آج آٹھ بجے شام غریب خانہ پر تشریف لاکر مجھے ممنون فرمائیں۔مشورہ طلب امر نہایت ضروری ہے۔امید ہے آپ تکلیف فرمائیں گے۔

(انوار اقبال۔ص۹۴)

ضروری امر جیسا کہ مولانا مہر صاحب فرماتے ہیں مسلمانوں کے فقہی مسائل کے متعلق مشورہ تھا۔

۱۶۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے علامہ اقبال کو خصوصی تعلق تھا شاہ جی علامہ کو "مرشد" اور ڈاکٹر صاحب شاہ جی کو "پیر جی" کہتے تھے۔شاہ جی کے بارے ڈاکٹر اقبال کا مشہور جملہ ہے۔

"شاہ جی اسلام کی چلتی پھرتی تلوار ہیں"۔ (چٹان سالنامہ ۱۹۶۲ء ص۱۷)

شاہ جی فرماتے ہیں کہ جب کبھی میں ان کے ہاں حاضر ہوتا تو وہ چارپائی پر گاؤ تکیہ کا سہارا لے کر بیٹھے ہوتے حقہ سامنے ہوتا۔دو چار کرسیاں بچھی ہوتیں۔صدا دیتا یا مرشد فرماتے "آ بھئی پیرا" بہت دناں بعد آیاں ایں (بہت دنوں بعد آئے ہو۔) علی بخش سے کہتے حقہ تازہ کرو اور کلی کے لیے پانی لاؤ۔کلی فرماتے پھر ارشاد ہوتا ایک رکوع سناؤ میں پوچھتا کوئی تازہ کلام؟ فرماتے ہوتا ہی رہتا ہے۔عرض کرتا لائیے کاپی منگواتے پہلے رکوع سنتے پھر وہ اشعار سناتے۔جو حضورؐ سے وابستہ ہوتے۔

قرآن پاک سنتے وقت کانپنے لگتے لیکن جب حضورؐ کا ذکر ہوتا یا ان سے متعلق کلام پڑھا جاتا تو چہرہ اشک بار ہو جاتا۔حضورؐ کا ذکر ہمیشہ باوضو شخص سے سنتے اور خود ان کا نام بھی باوضو ہو کر لیتے تھے۔حضورؐ کے ذکر پر اس طرح روتے جس طرح ایک معصوم بچہ ماں کے بغیر روتا ہے۔

(بیس بڑے مسلمان ص۸۸۲)

مقدمہ رنگیلا رسول کے بارے میں ۸ جولائی ۱۹۲۷ء کو برکت علی اسلامیہ حال میں علامہ اقبالؒ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"مجھے مجلس خلافت کے ان ارکان سے ہمدردی ہے۔جو اپنی مجلس کی تجویز کے مطابق نیک نیتی سے یہ سمجھتے ہوئے قید ہوئے کہ وہ ایک پاک مقصد کی خاطر ایثار کر رہے ہیں۔خاص کر مولوی سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور خواجہ عبدالرحمٰن غازی ایسے مشہور کارکنوں کے ساتھ ہمدردی ہے"۔ (گفتار اقبال۔مرتبہ۔محمد رفیق افضل ص۳۵)

(بقیہ ص۶۴ پر)

مالک رام قادیانی تھے یا صحیح العقیدہ سنی مسلمان؟

”الفضل“ ربوہ کا انکشاف اور قاری تنویر احمد شریفی کا مکتوب گرامی

جناب مالک رام اُردو ادب کے ایک درخشندہ ستارے تھے آپ نے کئی علمی ادبی کتب لکھیں۔ غالبیات آپ کا خاص مضمون تھا۔ اس ضمن میں آپ نے کئی کتب بھی لکھیں۔

جناب مالک رام ایک مخلص احمدی تھے۔ اگرچہ انہوں نے عمر بھر اپنی احمدیت کا باضابطہ اعلان نہیں کیا۔ لیکن ان کو جاننے والے اس بات سے باخبر تھے کہ وہ ایک راسخ العقیدہ احمدی ہیں۔ ان کی علمی کتب میں دینِ حق کے بارے میں خاصا مواد ہے۔ ”عورت اور اسلام“ کے نام سے انہوں نے ایک شاندار عالمانہ مضمون بھی سپردِ قلم کیا۔

استاذی المکرم محترم پروفیسر ڈاکٹر ناصر احمد پروازی صاحب نے خاکسار راقم الحروف کو ایک بار بتایا کہ ان کو ایک بار ایک ادبی کانفرنس کے سلسلے میں ہندوستان جانے کا اتفاق ہوا۔ چونکہ محترم پروازی صاحب اُردو ادب کے جاننے والوں میں متعارف ہیں اس لیے جناب مالک رام سے بھی ان کی ملاقات ہوئی۔ مالک رام صاحب کو پتہ چلا کہ ڈاکٹر پروازی صاحب احمدی ہیں تو وہ احمدیت کی محبت میں ان کو ان کے ہوٹل سے اپنے گھر لے گئے اور فرمایا کہ آپ ہوٹل میں نہیں رہیں گے۔ میرے گھر رہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر پروازی صاحب ان کے گھر پر رہے۔ اس قیام کی جو خاص بات محترم پروازی صاحب نے بتائی وہ یہ تھی کہ مالک رام صاحب نے خوب خوب نمازیں مجھے پڑھائیں۔

جناب مالک رام سے ہمارے ادارہ الفضل کے شعبہ ادارت کے ایک رکن مکرم سید ظہور احمد شاہ صاحب کی بھی قاہرہ میں ملاقات ہوئی۔ مکرم سید ظہور احمد شاہ نے بتایا کہ ۱۹۴۲ء میں میں برٹش آرمی کی انڈین میڈیکل کور (آئی اے ایم سی) میں بطور کلریکل حوالدار متعین تھا۔ یہ دوسری جنگِ عظیم کا زمانہ تھا۔ ہماری یونٹ کے بعض افراد کو مصر بھیجا گیا۔ ہم سمندری جہاز کے ذریعے پورٹ سعید پہنچے، وہاں سے بذریعہ ٹرین قاہرہ گئے۔ جہاں پر ایک بڑا ری انفورسمنٹ کیمپ برٹش آرمی کا قائم تھا۔ یہ کیمپ مشہور اہرام مصر کے بالکل قریب واقع تھا۔ وہاں میرا قیام چار پانچ ماہ رہا۔ سمندری جہاز کے سفر کے دوران ایک احمدی کلرک سے میری دوستی ہو گئی جو اس وقت جمعدار (آج کل یہ عہدہ نائب صوبیدار کہلاتا ہے) کے رینک پر تھا۔ میری ڈیوٹی اسی احمدی کلرک کے

ساتھ لگی۔ اس احمدی کلرک کا رابطہ کسی طرح مالک رام صاحب سے ہوگیا۔ جناب مالک رام ان دنوں ہندوستانی سفارت خانے میں ٹریڈ کمشنر کے طور پر قاہرہ میں متعین تھے۔ ایک دن ایک احمدی کلرک مجھے کہنے لگے کہ آؤ آج جمعہ پڑھنے چلتے ہیں۔ یہ مجھے مالک رام کے گھر لے گئے۔ مالک رام صاحب کا فلیٹ قاہرہ کے گنجان آباد علاقے میں تھا۔ ہم دن کے دس، گیارہ بجے ہی ان کے ہاں پہنچ گئے۔ جناب مالک رام نے یہ دیکھ کر کہ دو احمدی بھائی ان کے پاس آئے ہیں ہماری بڑی آؤ بھگت کی اور دوپہر کا شاندار کھانا بھی ہمیں اپنے گھر کھلایا۔ جمعہ کا وقت ہوا تو ۱۰، ۱۲ اور احمدی فوجی بھی جو اس فوجی کیمپ میں تھے جمعہ پڑھنے کا وقت آ جناب مالک رام نے کمرہ کی کنڈی چڑھالی۔ ہم ان کی اس حرکت پر بڑے حیران ہوئے کہ اس احتیاط کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میری بوڑھی والدہ بھی میرے ساتھ ہے اور میں نے اپنی والدہ کی خاطر احمدیت کا اظہار نہیں کیا۔ کیونکہ اگر ان کو میرے احمدی ہونے کا علم ہوگیا تو انہیں شدید دکھ ہوگا اور خطرہ ہے کہ وہ اس غم کو برداشت نہ کرپائیں گی۔ انہوں نے بتایا کہ میری بیوی کو اس بات کا علم ہے۔ اگرچہ وہ خود احمدی نہیں ہے۔ مالک رام صاحب نے بتایا کہ انھوں نے اپنے بچوں کے نام بھی (احمدیوں) والے رکھے ہیں میری والدہ نے جب مجھ سے پوچھا کہ ان کے نام (احمدیوں) جیسے کیوں رکھے ہیں تو میں نے یہ بہانہ بنایا کہ چونکہ ہم مسلمانوں کے ملک میں رہتے ہیں اس لیے مصلحت کا یہی تقاضا ہے کہ ان کے نام بھی ایسے ہی رکھے ہیں۔

جناب مالک رام نے قبول احمدیت کے بارے میں بتایا کہ میں ہندو اخبارات "ملاپ" "پرتاپ" کے نمائندہ کے طور پر سالانہ جلسے کے موقع پر لاہور سے قادیان جایا کرتا تھا۔ وہاں میری ملاقات حضرت محمد چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سے ہوگئی جنہوں نے میرے ساتھ نہایت محبت کا سلوک کیا۔ مجھے اپنے گھر میں بلاتے رہے اور احمدیت کے بارے میں بتلاتے رہے حتیٰ کہ میں احمدی ہوگیا مگر میں نے احمدیت کا اعلان نہیں کیا۔ اس وقت انہوں نے ابھی سرکاری نوکری نہیں کی تھی۔ بعد ازاں غالباً حضرت چوہدری صاحب کے توسط سے انہیں ہندوستانی وزارت خارجہ میں نوکری مل گئی اور یہ انڈین ہائی کمیشن کے ٹریڈ کمشنر کے طور پر قاہرہ آگئے۔

مکرم شاہ صاحب نے بتایا کہ ان دنوں جناب مالک رام کی عمر ۲۵ سے ۳۰ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ موزوں قد اور درمیانے جسم کے مالک تھے، رنگ کھلتا ہوا سفید تھا۔ شاید عینک بھی لگاتے تھے۔ جس کمرے میں ہم جمعہ پڑھتے تھے وہ خاصا فراخ تھا۔ اسی میں ان کی لائبریری بھی تھی جس میں قرآن کریم اور دیگر اسلامی کتب بھی رکھی ہوئی تھیں۔ یہیں ایک احمدی دوست احمدیوں سے چندے بھی وصول کیا کرتے تھے۔ مالک رام صاحب کہا کرتے تھے کہ میں اپنی والدہ کی زندگی تک اپنی احمدیت کا اعلان نہیں کروں گا۔ مکرم شاہ صاحب نے بتایا کہ اس جگہ قیام کے دوران مجھے تین چار جمعے جناب مالک رام صاحب کے گھر پڑھنے کا موقع ملا۔ اس کے بعد میری پوسٹنگ سکندریہ ہوگئی اور وہاں سے چند ماہ بعد مجھے اٹلی بھیج دیا گیا۔ جہاں میں روم میں جنگ ختم ہونے تک رہا۔

جناب مالک رام صاحب نے ایک کتاب "دے صورتیں الٰہی" ۱۹۷۶ء میں دہلی سے شائع کی تھی۔ اس کے حوالے سے جناب مالک رام صاحب کے ذکر پر مبنی ایک مضمون محترم پروفیسر ڈاکٹر ناصر احمد صاحب پروازی نے الفضل ۲۲ فروری ۱۹۸۹ء میں شائع کروایا تھا اس مضمون کے چند اقتباسات پیش ہیں اس سے جناب مالک رام صاحب کے حالات زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔ محترم پروازی صاحب لکھتے ہیں۔

"مالک رام، اردو زبان وادب کے ان محققین اور مصنفین میں شمار ہوتے ہیں جن کی علمی اور تحقیقی فتوحات بے حد وحساب ہیں۔ خاص طور پر غالب کے سلسلہ میں ان کی تحقیقی مساعی زیادہ مستند اور وقیع سمجھی جاتی ہیں۔ مالک رام اردو عربی اور فارسی تینوں زبانوں کا علمی ذوق رکھتے تھے فارسی کا ذوق تو ہماری پرانی نسل کے تمام بزرگ ادیبوں میں موجود تھا۔ اب رفتہ رفتہ یہ ذوق معدوم ہوتا جارہا ہے اور ہم لوگ ایک متاع گراں بہا سے محروم ہوتے جارہے ہیں۔ مالک رام بھارت کی وزارت خارجہ میں ملازم ہونے کے ناطے طویل عرصہ تک قاہرہ میں بھی مقیم رہے اس طرح آپ نے عربی زبان سے کماحقہٗ واقفیت حاصل کی اور اس طرح اسلام اور قرآن فہمی میں بھی خاصا نام پیدا کیا "عورت اور اسلام" کے موضوع پر ان کا ایک مضمون پڑھ کر سید سلیمان ندوی مرحوم نے فرمایا تھا کہ "اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ مضمون کس کا لکھا ہوا ہے تو میں اسے پڑھ کر یہی خیال کرتا کہ یہ کسی مسلمان عالم نے لکھا ہے۔"

مالک رام صاحب کے اس شغف میں حسن رہتاسی کا کیا حصہ تھا؟ یہ مالک رام صاحب کی زبان سے ہی سنیئے۔ "ہائی سکول میں میرے ایک ہم سبق دوست ملک احمد حسن رہتاسی ..... تھے جو بعد کو بہت دن تک ہفتہ وار "دورِ جدید" لاہور کے ایڈیٹر بھی رہے ..... وہ بھی میری طرح اردو فارسی اور خاص طور پر شعر کے رسیا تھے ہم دونوں کا ایک دانت کاٹی روٹی والا معاملہ تھا۔ وہ احمدی تھے۔ ان کی بدولت مجھے اسلام کے متعلق بہت وسیع مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ نہ جانے وہ میرے لیے کہاں کہاں سے کتابیں بٹور بٹور کر لاتے تھے اور میں بڑی سے بڑی کتاب دو چار دن میں ختم کرکے واپس کر دیتا تھا۔ قدرتی بات تھی کہ ہائی سکول کی تعلیم ختم کرتے کرتے میری مذہبی واقفیت عموماً اور اسلامی واقفیت خصوصاً میری اپنی عمر کے طلبہ سے کہیں زیادہ تھی ..... میں نے طے کر لیا تھا کہ مجھے عربی پڑھنی چاہیئے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم قرآن کو معنوں کے ساتھ کسی استاد سے سبقاً سبقاً ضرور پڑھنا چاہیئے ..... پھر خدا نے ایسا سامان پیدا کر دیا کہ مجھے ایک زمانے تک مصر میں قیام کرنا پڑا۔ یہاں میں نے عربی میں شدھ بدھ پیدا کر لی۔"

"مالک رام نے عربی میں شد بد کیا، اتنی علمیت بہم پہنچائی کہ علمی حلقوں میں بہت وقعت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔"

محترم پروازی صاحب کے اس مضمون سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ جن حسن رہتاسی صاحب کا ذکر کیا گیا ہے، وہ قادیان میں رہنے والے مشہور احمدی شاعر حسن رہتاسی تھے اسی مغالطہ کو اس مضمون کے ساتھ ہی محترم مولانا نسیم سیفی صاحب نے وضاحتی نوٹ دے کر دور کر دیا ہے اور بتایا ہے کہ رسالہ "دورِ جدید" لاہور کے ایڈیٹر ملک احمد حسن رہتاسی الگ شخصیت تھے اور معروف شاعر حسن رہتاسی ایک اور شخصیت تھے۔

درج بالا تفاصیل سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک احمدی کے ذریعے دینی لٹریچر کے مطالعے کے بعد جناب مالک رام کو احمدیت سے شناسائی اغلباً پہلے ہی ہو چکی ہو گی اور جس طرح سے جناب مالک رام پڑھنے کے دھنی تھے اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے خاص کتب اس بارے میں پڑھی ہوں گی۔ چنانچہ جب ان کی ملاقات قادیان میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان جیسی علم پرور ہستی سے ہوئی تو رہی سہی کسر بھی پوری ہو گئی، اور موصوف احمدیت کے حلقہ میں آ گئے، اگرچہ عمر بھر انہوں نے اپنی احمدیت کا کھلے طور پر اعلان نہیں کیا۔ لیکن چونکہ واقفانِ حال ان کے بارے میں جانتے تھے اس لئے جناب جمیل الدین عالی نے یکم جون ۱۹۹۳ء کے جنگ لاہور میں اپنے کالم میں لکھا ہے "افواہ ہے کہ آپ قادیانی تھے۔" اللہ تعالیٰ جناب مالک رام صاحب کے درجات بلند کرے اور اپنی رحمت سے نوازے۔ ("الفضل" ربوہ ۴۔ اکتوبر ۱۹۹۳ء)

◆ گذشتہ دنوں لاہور جانا ہوا۔ استاذ محترم سید الخطاط حضرت سید انور حسین نفیس رقم دامت برکاتہم نے ذیل کا خط دیا۔ جو مشہور ادیب اور ماہر غالبیات جناب مالک رام کا ہے۔

جناب مالک رام، امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ کے انتہا درجہ کے معتقد تھے۔ انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ جس سے ان کا ادبی ذوق معلوم ہوتا ہے۔

جناب مالک رام ہندو گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن غالباً مولانا آزاد رحمہ اور دیگر اسلامی رہنماؤں سے اتنے متاثر تھے کہ انہوں نے اپنی اولاد کے نام ہندوانہ رکھنا پسند نہیں کیے۔ بلکہ اسلامی نام رکھے۔

بہرکیف اللہ رب العزت نے ان کے دل کو پھیرا، اور وہ انتقال سے پانچ روز قبل مسلمان ہو گئے۔

ذالك فضل الله يؤتيه من يشآء۔

ذیل کا خط انہوں نے عالم اسلام کے مشہور و معروف مدبر، مفکر اور ممتاز عالم دین اور روحانی پیشوا حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی مدظلہ کو تحریر کیا۔ جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مدظلہم نے ان کو اسلام کی

دعوت دی، اور جناب مالک رام سوچ وبچار اور غور وفکر کے بعد مسلمان ہوگئے۔

ذیل میں وہ ایمان افروز خط (جو جمعیت شاہ ولی اللہ، پھلت ضلع مظفر نگر، انڈیا کے زیر اہتمام ماہنامہ "ارمغان دعوت" کے "دعوت اسلامی" نمبر میں شائع ہوا) قارئین کے دل کے سرور کے لیے پیش خدمت ہے۔

۱۳/۴/۱۹۹۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشفق من سلام مسنون۔

چند یوم قبل سچی ہمدردی اور درد سے بھرا ہوا مکتوب موصول ہوا۔ فوراً جواب اس کا حق تھا مگر غور وفکر کرتا رہا آج کل میں ہسپتال میں پہنچا۔ اپنے کرم فرما حافظ محمد اقبال امینی جو ایک بھولے بھالے اور مخلص مسلمان ہیں کو بلوا کر انہیں سے یہ خط ہسپتال میں تحریر کرا رہا ہوں، چاہیئے تو یہ تھا کہ خود حاضر ہو کر آپ کی محبت اور احسان کا حق تو کیا، بس زبانی شکریہ ادا کرتا، مگر اس حال میں نہیں اتنے مسلمان دوستوں سے زندگی میں واسطہ پڑا مگر آپ سا دوست اور آپ سا مخلص لعلك باخع نفسك الا تكونوا مومنين کا مفہوم سمجھ میں آگیا۔ میں حافظ اقبال اور آپ کو گواہ بنا کر اقرار کرتا ہوں۔

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسولهٗ امنت بالله كما هو باسمائه وصفاته وقبلت جميع احكامه امنت بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم الآخر والقدر خيره وشره من الله تعالىٰ والبعث بعد الموت، ورضيت بالله رباً وبالاسلام ديناً وبمحمد رسولاً صلى الله عليه وسلم، وبالقرآن كتاباً، الحمد لله الذى هدانا لهٰذا وما كنا نهتدى لولا ان هدانا الله۔

کل قیامت کے دن آپ سے وصول کروں گا۔ کاش اللہ تعالیٰ صحت یاب فرمائے تو کچھ کفر و شرک کی زندگی کی تلافی اور اپنے سب سے بڑے محسن کی زیارت خود خدمت میں حاضر ہو کر کر سکتا۔

آپ کے احسان کا اجر بس مولائے کل ہی دے سکتا ہے جس نے ساری عمر کے گم کردہ راہ کو ہدایت اور توفیق بھی عطا فرمائی۔

کاش! آپ سے پہلے ملاقات ہوگئی ہوتی۔ اس کی دعا بھی آپ ہی کریں۔ اللهم من احييتهٗ منا فاحيه على الاسلام ومن توفيتهٗ منا فتوفهٗ على الايمان۔

اللہ آپ کو سلامت رکھے اور آپ کی عمر دراز کرے۔ والسلام مع الاکرام۔

خاکسار "عبدالمالک" ۔ مالک رام۔

(بقیہ صفحہ ۵۴ پر)

سلسلۂ مطبوعات مؤتمر المصنفین (۲۱)

ملک کی تاریخ میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کا روشن باب، ایوان بالا سینیٹ اور قومی سیاست میں نظام اسلام کی جنگ، آغاز، رفتار کار، صبر آزما مراحل کی لمحہ بہ لمحہ روئیداد اور مستقبل کے لائحہ عمل کے علاوہ خارجہ پالیسی، عورت کی حکمرانی، جہاد افغانستان اور اہم قومی و ملی اور بین الاقوامی مسائل پر فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے۔

مؤتمر المصنفین
دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک ○ نوشہرہ
سرحد (پاکستان)

جناب حافظ راشد الحق سمیع

نقشِ خامہ خام

مولانا راشد الحق، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ کے صاحبزادے اور ماہنامہ الحق کے نو وارد رفیق ہیں، ذیل کا مضمون ان کے سلسلہ تحریر کا نقشِ آغاز ہے خدا انہیں اپنے نیک عزائم میں کامیابی دے، مقصد اشاعت بھی ان کی حوصلہ افزائی و تشجیع ہے اور باذوق قارئین کے لیے ایک ادبی شہ پارہ بھی تو ہے۔ (ادارہ)

الحمد للہ مقام شکر ہے اس پروردگار ذی وقار کا جس نے اپنے عطایا و عنایات اور لطف و کرم کی آبشار رحمت سے ہمیشہ اس درماندہ و ناکارہ کو سیراب کیا ہے اور اسی مبدأ فیض نے اپنی نعمتوں اور نوازشوں سے اس کشتِ ویراں کو عطایا اور دین کی میزاب سے آبیاری کی ہے اور انہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آج راقم ماہنامہ "الحق" کے فہرست خدام میں شمولیت کی سعادت حاصل کر رہا ہے لیکن اس خیال پریشاں کے ساتھ۔

ع چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

ان سطور کو لکھتے ہوئے راقم کو یہ بھی احساس ہے کہ ماہنامہ الحق کے جملہ قارئین کی کثیر تعداد علماء فضلاء دانشور ادیب وکلاء اور ارباب صحافت کی ہے۔ اور ان کے سامنے کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا۔ اور اس وقت تو پریشانی اور کم ہمتی اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ جب اپنی ذات پر نگاہ ڈالتا ہوں کہ راقم جب کہ بالفعل طفل مکتب ہے نہ کہ محاورۃً "پھر وہ یقیناً" "بضاعۃ مزجاۃ" کے دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہوگا۔ اور اس کی کمزور اور ناپختہ آواز کہاں عالمِ افلاک اور عالمِ انفاس میں سنائی جا سکے گی۔ بقول اقبالؒ

ے نالہ ہے بُلبل آشفتہ ترا خام ابھی
اپنے سینے میں ذرا اور اسے تھام ابھی

اور ہم جیسے تازہ واردان لوح و قلم کے لیے کہاں ممکن ہے کہ صحافت کی وسیع فضاؤں میں یہ طائرِ نو پرواز پرواز کر سکے۔ مروجہ صحافت اور پھر خصوصاً ذمہ دارانہ اسلامی صحافت کے دشوار سنگلاخ اور خارزار وادیوں میں کیسے بے سر و ساماں اجنبی گامزن ہو سکتا ہے۔ اور پھر ایسی حالت میں جب کہ مسافر بھی مکمل تہی دست ہو۔

ع سفر دور و دراز در پیش و زادِ راہ معدوم

اور راہ کے مصائب اور پیچ و خم سے بھی عادی نہ ہو۔ لیکن شوقِ منزل اسے کھینچے۔

س کس ندانست کہ منزل گہِ آں یار کجا ست

ایں قدر است کہ بانگِ جرسے مے آید

اور بقول جگر مرادآبادی ع جز ذوقِ طلب جز شوقِ سفر کچھ اور ہمیں منظور نہیں۔

بہرحال جو کچھ ارادہ و توکل ہے وہ صرف اللہ کی ذات پر ہے۔ و علی اللہ فلیتوکل المؤمنون اور بزرگوں کے اعتماد اور سرپرستی اور آپ جیسے محبانِ اسلام قارئین الحق کے حسنِ ظن اور حوصلہ افزائی کو دیکھ کر راقم نے اس راہ کا انتخاب کیا ہے و اللہ یحب المتوکلین۔

راقم "الحق" کے قارئین اور رہنمایانِ دین و اکابرین سے بجا طور پر یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ اس سلسلے میں میری رہنمائی اور سرپرستی فرماویں گے اور دعا کریں کہ جادۂ حق اور صراطِ مستقیم پر اس شکستہ پا اور اجنبی مسافر کو چلنے کی توفیق فرمائے اور پائے استقلال کو لغزشوں اور راہ کے مصائب اور ٹھوکروں سے محفوظ رکھے۔ اور اس عہد کے ساتھ کہ ہماری آواز اور جد و جہد صرف اللہ کی خوشنودی اور رضا اور غلبۂ اسلام کے لیے ہو گی اور ہماری دعوت صرف اور صرف دعوت حق ہو گی۔ نہ کہ عز و جاہ کے واسطے اور نہ ہی منصب و شہرت کے کھوٹے سکوں کے لیے۔ ان ابتدائی کلمات کو آئندہ خامہ فرسائیوں کی تمہید جانیے اور ان تمہیدی کلمات پر بندہ اپنے قارئین سے اس خامہ فرسائی اور ژاژ خائی پر معذرت کا خواستگار ہے۔ ورنہ

ع نہ زباں مری غزل کی نہ زباں سے آشنا ہیں ..... اور

س کرمہابت مرا گستاخ کردہ ۔ وگرنہ کے مجالِ گفتگو بود

آخر میں اس دعا کے ساتھ "لوح و قلم" کے سفر کا آغاز کرتا ہوں کہ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا"

لہ دعوۃ الحق

حافظ راشد سمیع غفرلہٗ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔

O ye who believe! Fear God as
He should be feared, and die not
except in a state of Islam. And
hold fast, all together, by the
Rope which God stretches out
for you, and be not divided
among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچوی

عمرہ اور حج کرنے والوں کی چند عام مگر خطرناک غلطیاں

حج اور عمرہ کے مسائل اور احکام پر اردو زبان میں اتنی کثرت سے بڑی اور چھوٹی کتابیں چھپ چکی ہیں جن پر اضافہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ ضرورت صرف ان کو سمجھ کر پڑھنے کی ہے مگر افسوس کہ اس طرف عموماً کوئی بھی توجہ نہیں دی جاتی اور ان دونوں عبادتوں میں ایسی فاش غلطیاں کی جاتی ہیں کہ جس پر نیکی برباد گناہ لازم کی مثال صادق آتی ہے حاشا وکلا اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمان حج اور عمرہ نہ کریں فرض حج تو فرض ہے یہ تو خدا کا فرض ہے نفلی حج اور عمرہ بالخصوص رمضان المبارک کا عمرہ تو اتنی بڑی سعادت ہے کہ جسے بھی اس کی توفیق ہو تو حرمین الشریفین زادھما عزاً و شرفاً کی زیارت سے ضرور آنکھیں ٹھنڈی کرے سب کو معلوم ہے کہ وہاں ایک کے لاکھ گنا بلکہ کروڑ گنا درجے ملتے ہیں پھر اس سے کیسے منع کیا جا سکتا ہے۔ جاؤ اور ضرور جاؤ مگر قرآن و سنت اور ان کی روشنی میں ائمہ اسلام فقہاء کرام کے نکالے ہوئے تفصیلات سیکھ کر اور سمجھ کر جاؤ تا کہ حسب روایات صحیحہ حج مبرور ہو جس کی برکت سے مسلمان گناہوں سے ایسا پاک اور صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور دوسری حدیث شریف کے مطابق کہ کسی مسلمان کا پے درپے عمرہ اور حج کرنا اس کے گناہوں اور فقر و فاقہ (تنگدستی) کو ایسا دور کر دیتے ہیں جیسے آگ کی بھٹی لوہے سونے اور چاندی کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔

بنیادی غلطی یہ کی جاتی ہے کہ حج اور عمرہ کے فرائض واجبات اور ممنوعات کو سیکھنے کے لیے کچھ بھی کوشش نہیں کی جاتی بلکہ پڑھے اور ان پڑھے وہاں عام لوگوں کے دیکھا دیکھی ہی حج اور عمرہ کرتے رہتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جب سب ایسا کر رہے ہیں تو ایسا ہی کرنا ہے۔ علاوہ ازیں ایک آدھ بار کوئی چھوٹی موٹی کتاب کے دیکھ لینے سے صحیح طریقہ معلوم نہیں ہو جاتا۔ جب تک بار بار نہ پڑھا جائے بلکہ کسی عالم سے سیکھ لینے کی کوشش نہ کی جائے تو وقت پر صحیح طریقہ اپنانا بہت مشکل ہو جاتا ہے اس لیے اپیل یہ ہے کہ جہاں آپ لاکھوں روپیہ خرچ کرنے کی قربانی دیا کرتے ہیں وہاں حج اور عمرہ کرنے سے پہلے کوئی ایک چلّہ تبلیغ میں مہینہ یا کم از کم دس۱۰ بیس۲۰ دن کسی

منتہی اور ذہین طالب علم یا کسی عالم دین سے حج کے احکام و مسائل سیکھنے کے لیے مسلسل گھنٹہ دو گھنٹہ روزانہ قربانی دیں تو ان شاء اللہ صحیح حج و عمرہ کرنا آسان ہوگا۔

ابتدائی غلطی یہ دیکھی گئی کہ جب حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر بیت اللہ شریف حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوگئی تو عموماً احرام سے فارغ ہونے کی اتنی فکر اور جلدی ہوتی ہے کہ حرم پاک میں فرض نماز با جماعت ادا نہ کرنے کا کوئی افسوس بھی نہیں کیا جاتا۔ طواف کے لیے تحیۃ المسجد تو مسجد حرام میں معاف ہے لیکن غسل کرنے کپڑے بدلنے میں فرض نماز کی جماعت سے محروم ہو کر لاکھوں درجات کو بغیر افسوس کے ضائع کر دینا نہایت افسوسناک ہے۔

ایک غلطی یہ کی جاتی ہے کہ بعض اوقات کھانے پینے میں مصروف ہو کر بھی مسجد الحرام کی باجماعت نماز بلکہ بدقسمتی سے بازار میں سیر و تفریح اور خرید و فروخت کرنے کے باعث بھی حرم کے لاکھوں اور کروڑوں درجات سے محروم رہ جانے والے بھی بکثرت دیکھے جاتے ہیں ہر حاجی اور معتمر کا فرض ہے کہ وہ وہاں پہنچ کر ایسی غفلت کرنے سے خدا کی پناہ مانگے اور ہرگز غفلت میں نہ رہے۔

ایک غلطی یہ کی جاتی ہے کہ بہت سے لوگوں کو دوڑ کر طواف کرتے دیکھا گیا کچھ زمانہ ایسا ہوتا رہا تو بس دوڑ کر طواف کرنا ہی باقی رہ جائے گا حالانکہ بیت اللہ شریف کی عظمت کا تقاضا ہے کہ وہاں ہر وقت طواف کرنے والا اس خیال میں ڈوبا رہے کہ میں احکم الحاکمین کے دربار میں حاضر ہوں اور اللہ تعالیٰ سے بار بار معافی مانگتا رہے۔ کیا آپ کا دل برداشت کرے گا کہ کسی بڑے بادشاہ کے سامنے حاضر ہو کر یا کسی بڑے شیخ استاد اور پیر کی مجلس میں اچھل کر کود کر اور دوڑ کر ہاتھ ملائیں اور پھر ادھر ادھر ہی دیکھتے رہیں ہرگز نہیں۔ حج یا عمرہ کے طواف میں پہلے تین پھیروں میں رمل ہے مگر اس کا مطلب دوڑنا نہیں بلکہ یہ ہے کہ قریب قریب قدم رکھتے ہوئے مونڈھے ہلاتے ہوئے ذرا تیزی سے چلے اور وہ بھی جب زیادہ ہجوم نہ ہو اگر زیادہ ہجوم ہو اور کم ہونے کی توقع بھی نہ ہو جیسا کہ آج کل عموماً ہجوم بڑھتا ہی جاتا ہے تو رمل بھی معاف ہے لیکن بے تحاشا دوڑنا بالکل جائز نہیں۔ طواف کرتے ہوئے یہ سوچتے رہنا بہت مفید ثابت ہوگا کہ یہ وہ مقام ہے جہاں لاکھوں اولیاء اللہ کے علاوہ ہزاروں صحابہ کرام خلفاء راشدین سیدنا ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ و علیؓ ائمہ کرام امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام مالکؒ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم نہیں نہیں ہزاروں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خود حبیب رب العلمین سید الاولین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حسب الروایات

رو رو کر طواف فرماتے رہے یہاں کی ذرہ بے ادبی خدانہ کرے میری تباہی کا باعث بن سکتی ہے ایسے تصورات سے خود بخود خشوع اور خضوع پیدا ہوگا ہاں اور رکن یمانی سے حجر اسود تک ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ الی آخرہ پڑھتے ہوئے یہ خیال جمانا بہت ہی مفید ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشادات کے مطابق یہاں جبریل امین اور بہت سے فرشتے میری دعا پر آمین کر رہے ہیں۔

ایک غلطی یہ کی جاتی ہے کہ دوران طواف، بیت اللہ کے طرف رخ اور سینہ پھیر کر چلتے رہتے ہیں طواف کی حالت کے بغیر خانہ کعبہ کو دیکھنا عبادت اور ثواب ہے مگر طواف کے دوران بے ادبی - اور سیدھا اس طرف چلنے سے طواف میں نقصان آجاتا ہے یہ شرط یعنی پھیرا دوبارہ کرنا چاہیے ورنہ ایک ایک شرط کے نقصان پر صدقہ دینا پڑتا ہے اور اگر چار پھیرے اس طرح خراب ہوئے تو طواف ہی باقی نہیں رہتا۔

ایک غلطی یہ کی جاتی ہے کہ رکن یمانی کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے کے لیے بیت اللہ شریف کی طرف رخ کر کے چلے جاتے ہیں حالانکہ دوران طواف صرف اور صرف حجر اسود کی سرخ پٹی پر کھڑے ہو کر بیت اللہ شریف کی طرف سینہ پھیرنا جائز ہے اس کے علاوہ نہیں ورنہ وہ قدم طواف میں شمار نہ ہوں گے ـــ اور یہ بھی اس وقت جب کہ اس لکیر پر تمہارے کھڑے ہونے سے طواف کرنے والے مسلمانوں کو تکلیف نہ ہو اگر تکلیف ہو تو ہرگز نہ ٹھہریں بلکہ چلتے ہوئے ہاتھ کا اشارہ کر کے آگے نکل جاویں البتہ پہلی بار طواف کی نیت لکیر سے ذرا پہلے کر کے لکیر پر تکبیر کہتے ہوئے تکبیر تحریمہ کی طرح ہاتھ کانوں تک لے جاویں اور پھر گرادیں۔ اور اس سے بھی جلدی ہی فارغ ہوں کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا صحیح ارشاد مبارک ہے کہ "مثلاً" احکام حج میں نادانستہ کوئی بھی غلطی ہو گئی تو اس میں کوئی حرج (گناہ نہیں ہے) ربڑا گناہ یہ ہے کہ ایسی مبارک مقام پر) مسلمان کو تکلیف دی جاوے ـــ رکن یمانی کی طرف اشارہ کرنے کا کوئی حکم نہیں ہے۔ مگر دیکھا دیکھی سب لوگ کرتے رہتے ہیں

ایک شدید غلطی یہ کی جاتی ہے کہ چند لوگ ایک دوسرے کو پکڑ کر طواف کرتے ہیں جس سے دوسرے طواف کرنے والے مسلمانوں کو سخت تکلیف اور ایذا پہنچتی ہے اور نہ صرف یہ کہ ان کو تکلیف پہنچائی جاتی ہے بلکہ اس زبردستی میں مجبوراً ان کا رخ اور سینہ بیت اللہ شریف کے طرف پھر جاتا ہے اور کبھی مجبوراً کعبہ شریف کے طرف پشت ہو جاتی ہے جس سے ان کا طواف خراب اور ناقص ہو جاتا ہے اور طرفہ تماشا یہ کہ ان کو اس ظلم عظیم پر کوئی افسوس بھی نہیں ہوتا اور اس لیے ان کو اس سے توبہ کرنے کی توفیق بھی نہیں ہوتی کیوں کہ وہ اس کو گناہ نہیں سمجھتے بلکہ غضب یہ کہ وہ اس کو دوسروں کی امداد سمجھ کر خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے

ان کو طواف کرادیا۔ اور شیطان ہنستا رہتا ہے کہ میں نے کس طرح اس مسلمان کو دھوکہ میں ڈال دیا اگر مجبوری ہے اور تم جوان یا طاقت ور ہو اور دوسرا ضعیف ہے یا ماں اور بہن ہے اور اس کو طواف کرانا ہے تو صرف ایک آدمی کو ساتھ لے کر طواف کرادو مگر قدم قدم پر خیال رہے کہ دوسرے کو تم سے تکلیف نہ پہنچے اگر کئی آدمیوں ضعفاء یا عورتوں کو جو محارم ہیں طواف کرانا ہے تو ہمت کرو باری باری کرادو چند لوگوں کو اکٹھا کر کے ایک قطار بنا کر ہرگز طواف نہ کراؤ کہ یہ بیت اللہ شریف میں ظلم عظیم ہے جہاں ایک نیکی پر لاکھ درجے ملتے ہیں وہاں بزرگان دین کی تصریحات کے مطابق گناہ کرنے کی سزا بھی سخت اور شدید ہے اللہ تعالیٰ ہم آپ اور سب مسلمانوں کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے آمین ایک بہت بڑی غلطی یہ کی جاتی ہے کہ کسی غیر محرم عورت کو جو سفر میں ساتھ ہو اس کا ہاتھ پکڑ کر طواف کرایا جاتا ہے جو کہ شدید ترین گناہ ہے۔

ایک بڑی غلطی یہ کہ احرام کے بغیر بھی عورتیں بن ٹھن کر کھلے منہ طواف کرتی رہتی ہیں اس سے غضب خداوندی نازل ہونے کا سخت خطرہ ہے۔

ایک غلطی یہ کی جاتی ہے کہ دوران طواف کسی دوست بڑے یا چھوٹے کو دیکھا تو طواف چھوڑ کر اس کو ملنے چلے گئے ظاہر ہے کہ اس میں بیت اللہ شریف کے طرف رخ اور سینہ بھی پھر جائے گا یا پشت ہو گی پھر وہیں بات چیت سے فارغ ہو کر اس کا بھی خیال نہیں کیا جاتا کہ کہاں سے طواف چھوڑا اور کہاں سے شروع کیا حالانکہ جو قدم صحیح طواف کے خلاف اٹھے وہ طواف میں شمار نہیں ہوئے وہی فاصلہ یا بہتر یہ کہ سارا شوط دوبارہ کیا جائے یہ صحیح ہے کہ طواف بات چیت کرنے سے نہیں ٹوٹتا مگر یہ بھی نہیں کہ جس شکل میں چاہو کھڑے ہو کر مجلس کرتے رہو —— اور پھر اس خلا کو پُر بھی نہ کرو۔

(بقیہ صـ۴۵ سے)

جناب مالک رام نے اپنا اسلامی نام "عبد المالک" رکھا اور اس خط کی تحریر کے پانچ روز بعد یعنی ۱۸/اپریل ۱۹۹۳ء کو ان کا انتقال ہوگیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃ۔ اللہ رب العزت ان کی مغفرت فرمائے۔ اور مولانا مدظلہم کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

(بقیہ صـ۳۲ سے)

کی تنفیذ کے لیے دینی مدارس کے فضلاء کی کوششیں سب پر واضح ہیں، اندرون ملک ان کی خدمات کے ذکر کی خاطر خواہ ضرورت نہیں ہے۔ مگر بیرون ملک ان کی خدمات کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا جائے گا۔ (باقی آئندہ)
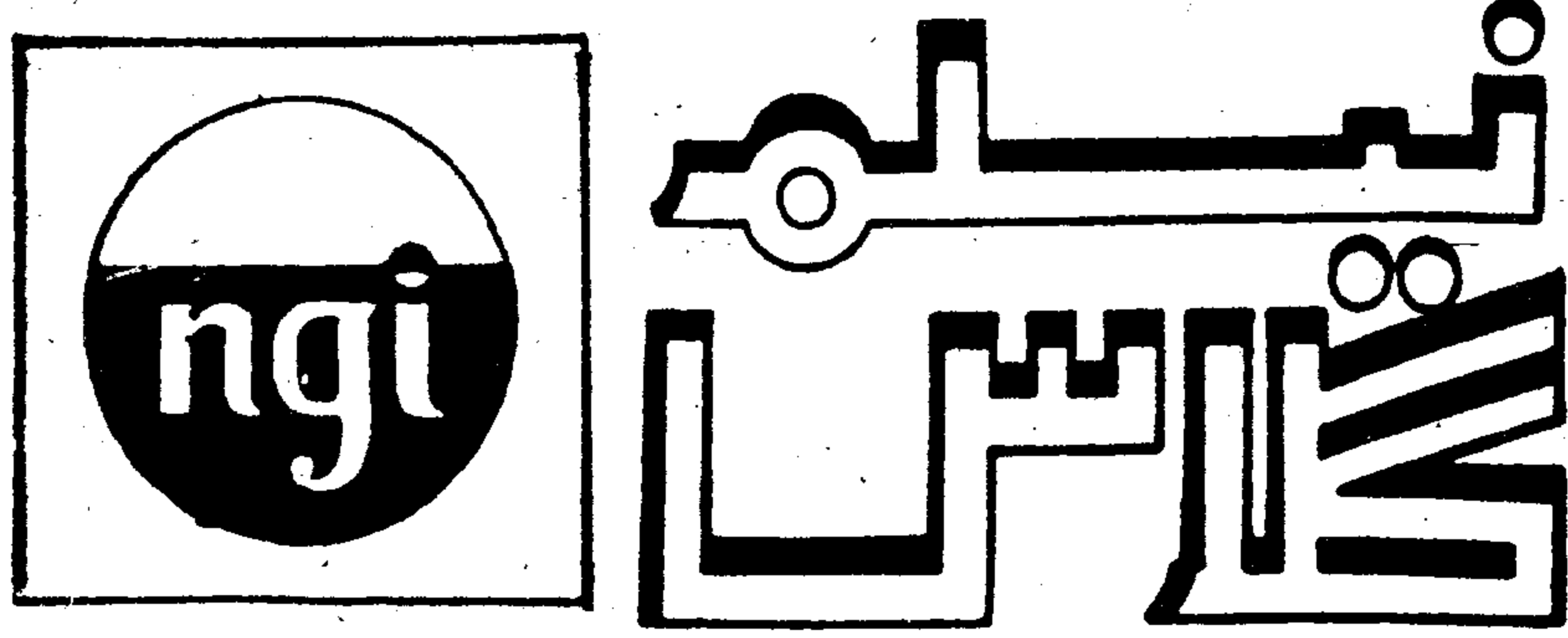
سنکارا

صحّت کا سرچشمہ

ہر گھر کے لیے گھر بھر کے لیے

ہمدرد کا نصب العین تعمیرِ صحت ہے۔ بیماریوں سے پاک تندرست معاشرے کے قیام کے لیے ہمدرد نے ہمیشہ اپنی جدوجہد جاری رکھی ہے۔ آج بھی، جب غذا میں عدم توازن اور فضا میں آلودگی کے باعث انسان کی قوتِ مدافعت متاثر ہو رہی ہے اور زندگی کی تیز رفتاری کے سبب جسمانی توانائی میں کمی کی شکایت عام ہے، ہمدرد اپنی روایت برقرار رکھتے ہوئے توانائی فوراً حاصل کرنے کے لیے نباتی و معدنی مرکب سنکارا پیش کرتا ہے۔

سنکارا صحت بخش مجرب جڑی بوٹیوں اور منتخب معدنی اجزا سے تیار کیا جاتا ہے۔ یہ ایک نہایت موثر نباتی و معدنی مرکب ہے جو تیزی سے توانائی بحال کرتا ہے اور صحت برقرار رکھتا ہے۔

ہر موسم میں ہر عمر کے لیے یکساں مفید سنکارا نباتی و معدنی مرکب ـــ جو زندگی کو ایک ولولۂ تازہ عطا کرتا ہے

ہمدرد

Adarts-CIN-1/91

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی مدینہ منورہ

اسلام کی دعوت اور حق کی پکار

دنیا میں جتنی بھی اقوام ہیں ان میں اکثر وہی لوگ ہیں جو خدائے تعالیٰ شانہ کو اپنا اور پوری کائنات کا خالق اور مالک مانتی ہیں۔ اور اپنے ذمّے خالق جل مجدہ کا یہ حق واجب اور ضروری سمجھتی ہیں کہ اس کی عبادت کریں اور یہ بات فطری طور پر انسانوں کے قلوب میں رچی ہوئی ہے، اور اسی لیے خالق تعالیٰ شانہ کے ماننے والے کسی نہ کسی نہج سے اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت کرتے ہیں خالق جل شانہ نے جو وجود بخشا ہے جینے کے اسباب پیدا فرمائے، رزق دیا، انمول اعضاء و جوارح عطا فرمائے۔ دل و دماغ آنکھ کان کی نعمت سے نوازا اور قوت گویائی عطا فرمائی۔ ان سب کا تقاضہ یہی ہے کہ خالق تعالیٰ شانہ پر ایمان لائیں اس کی نعمتوں کا اقرار کریں اور اس کی عبادت کریں اور اس کے سامنے جبیں نیاز رکھ دیں اور سر بسجود ہوا کریں۔

اللہ تعالیٰ شانہ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اس کی پیدائش کی حکمت بھی بتا دی اور فرمایا۔

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝ (سورۃ الملک)

ترجمہ: "بابرکت ہے وہ ذات جس کے قبضے میں پورا ملک ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے پیدا فرمایا زندگی کو اور موت کو تاکہ وہ آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل والا ہے"

نیز ارشاد فرمایا۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝

ترجمہ: "اور میں نے انسان اور جنات کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں"

انسان کی تخلیق کیوں ہے اور موت و حیات کا سلسلہ کیوں جاری کیا گیا۔ اس کا جواب مذکورہ بالا

آیات سے معلوم ہوگیا ، جب انسان کی تخلیق خالق تعالیٰ شانہ کی عبادت ہی کے لیے ہے اور اس کی موت وحیات اس کی آزمائش کے لیے ہے تو انسانوں پر یہ بات فرض ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے خالق کی عبادت ہی کو اپنی حیات کا مقصد بنائیں اور جن طریقوں سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوتی ہو انہیں تلاش کریں چونکہ انسانوں کی رائیں مختلف ہیں اور ہر ایک اپنے اپنے طرز پر سوچ سکتا ہے اور سوچتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنی عبادت کے طریقے خود بتائے اور انسانوں کی اپنی سمجھ پر نہیں رکھا ۔ عبادت کے طریقے سکھانے اور بتانے کے لیے اللہ جل شانہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے ، جنہوں نے انسانوں کو خداوند تعالیٰ شانہ کو معبود وحدہ لاشریک ماننے کی دعوت دی اور اس کی عبادت کے طریقے بھی بتائے اور سمجھائے اور عمل کر کے دکھایا ۔ دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ کسی بادشاہ کے دربار میں جانا ہو تو اسے دربار کی حاضری کے آداب پہلے سے سکھلا دیئے جاتے ہیں ۔ حاضری دینے والے کی سمجھ پر نہیں چھوڑ دیا جاتا کہ وہ جس طرح چاہے آداب بجا لائے ۔ اللہ جل شانہ نے بھی اپنی عبادت کے طریقے بتانے کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے ، انہوں نے مالی عبادتیں بھی بتائیں اور جانی عبادتیں بھی اور وہ اخلاق اور اعمال بھی بتائے جن سے ان کا خالق راضی ہوتا ہے اور جن سے انسانوں کی انسانیت اجاگر ہوتی ہے اور انسانیت کے شرف کے جو تقاضے ہیں وہ پورے ہوتے ہیں ۔ انسان کو بہیمیت کا پُتلا (مجسمہ) بنا کر نہیں چھوڑا گیا کہ وہ جیسے چاہے زندگی گذارے اور جانوروں کی طرح نفس کی لذتوں میں منہمک رہے ، انسانیت کے شرف کا تقاضہ ہے کہ وہ اپنے خالق کو پہچانے صرف اسی کی عبادت کرے اس کے رسولوں پر اس کی کتابوں پر ایمان لائے ۔ اچھے اعمال ، اچھے اخلاق اختیار کرے ، بُرے اعمال اور بُرے اخلاق سے پرہیز کرے ..... اگر کسی شخص میں یہ بات نہیں ہے تو وہ صرف دیکھنے میں انسان ہے ، حقیقی انسان نہیں ، وہ اپنے رب کا ناشکرا ہے اور انسانیت کی حدود سے باہر ہے ۔

سب سے پہلے انسان یعنی آدم علیہ السلام سب سے پہلے نبی بھی تھے ۔ ان کی اولاد میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام برابر آتے رہے جو مختلف اقوام اور مختلف علاقوں میں بسنے والوں کی طرف بھیجے جاتے رہے ۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے انسانوں کو توحید کی دعوت دی خالق و مالک جل شانہ کی عبادت کے طریقے بتائے ، انسانیت کے اصل خدوخال آشکارا کیے اور یہ بتایا کہ انسان جو اس دنیا میں آیا ہے یہی دنیا آخری زندگی نہیں ہے بلکہ سب کو مرنا ہے اور اس دنیا سے چلے جانا ہے اور موت کے بعد پھر جی اٹھنا ہے اور زندہ ہو کر بارگاہ خداوندی میں پیش ہونا ہے ، اس پیشی میں سابقہ زندگی کے اعمال کا حساب ہوگا اور دنیا میں زندگی گذارنے والے اپنے عقائد اور اپنے اعمال کے اعتبار سے اپنا انجام دیکھ لیں گے ، جو لوگ

خداوند تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اسی پر ان کو موت آئی اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے اپنے خالق کی رضا کا خیال رکھا، احکام خداوندی کی پابندی کی اور جن کاموں سے خالق کائنات جل مجدہ نے روکا ان سے پرہیز کیا اور اپنے خالق کی عبادت میں لگے رہے یہ لوگ دارالنعیم یعنی نعمتوں کے گھر میں رہیں گے، جس کا نام "جنّت" ہے اس میں ہمیشہ رہیں گے اور کبھی اس سے نہ نکالے جائیں گے اور نہ نکلنا گوارا کریں گے .....!

اور جو لوگ خالق جل مجدہ کے منکر ہوئے اس کی خالقیت اور مالکیت کو نہ مانا اس کے رسولوں اور کتابوں پر ایمان نہ لائے اور یوم حساب یعنی محاسبہ کے دن کے ماننے سے اور موت کے بعد اعمال کے پیش ہونے کے منکر ہوئے اور ان لوگوں پر خالق جل شانہ کا غضب نازل ہوگا۔ جنّت سے محروم ہوں گے اور دوزخ میں جائیں گے جو بہت بُرا ٹھکانہ ہے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ شانہ کے بھیجے ہوئے تمام رسول برحق ہیں انہوں نے جو کچھ بتایا سب حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو چھوٹی بڑی کتابیں نازل فرمائیں وہ سب حق ہیں، اللہ تعالیٰ شانہ کی توحید کا انکار، اس کے ساتھ اس کی الوہیت میں کسی کو شریک کرنا، اس کے کسی بھی رسول کا انکار، اس کی کسی کتاب کا انکار اور قیامت کے دن کا انکار یہ سب کفر ہے جو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں لے جانے والا ہے۔ تمام انبیاء کرام نے یہ باتیں بتائیں اور کھول کر سمجھائیں۔ عقائد کے اعتبار سے تمام انبیاء کرام کا دین ایک ہی ہے البتہ فروعی احکام میں اختلاف رہا ہے۔ یہ اختلاف اہل ایمان کے لیے کوئی مضر نہیں کیونکہ جس زمانے میں جس نبی نے جو احکام بتائے ان پر عمل کر لینا اس زمانے میں اس کی امت کے لیے باعث نجات تھا۔ حضرات انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے ان کی قوموں نے عام طور سے ان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ کافر ہوئے بعض انبیاء کرام علیہم السلام ایسے بھی گذرے ہیں کہ ان پر ایک بھی شخص ایمان نہیں لایا، انسانوں میں جو نفسانیت ضد اور ہٹ دھرمی کا مادہ ہے اس نے منکروں کو ایمان لانے سے باز رکھا اور ضد اور عناد پر آمادہ کر دیا۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے برسہا برس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی چونکہ وہ حضرت مریمؑ بتول کے بطن سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے اس لیے ان کے زمانے کے لوگوں نے ان کی والدہ کو تہمت لگائی اور بعد میں آنے والوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا بیٹا بتا دیا اور یہ عقیدہ اپنا لیا کہ وہ بھی معبود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کرنا اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو معبود ماننا یہ شرک ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے

یہ نہیں فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہوں اور نہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو عبادت کے لائق بتایا۔ نہ اپنے کو نہ کسی اور کو۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝

ترجمہ: "بلاشبہ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے اور مسیح نے کہا کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو، جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ بے شک جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام فرما دے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں۔"

قرآن مجید نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔
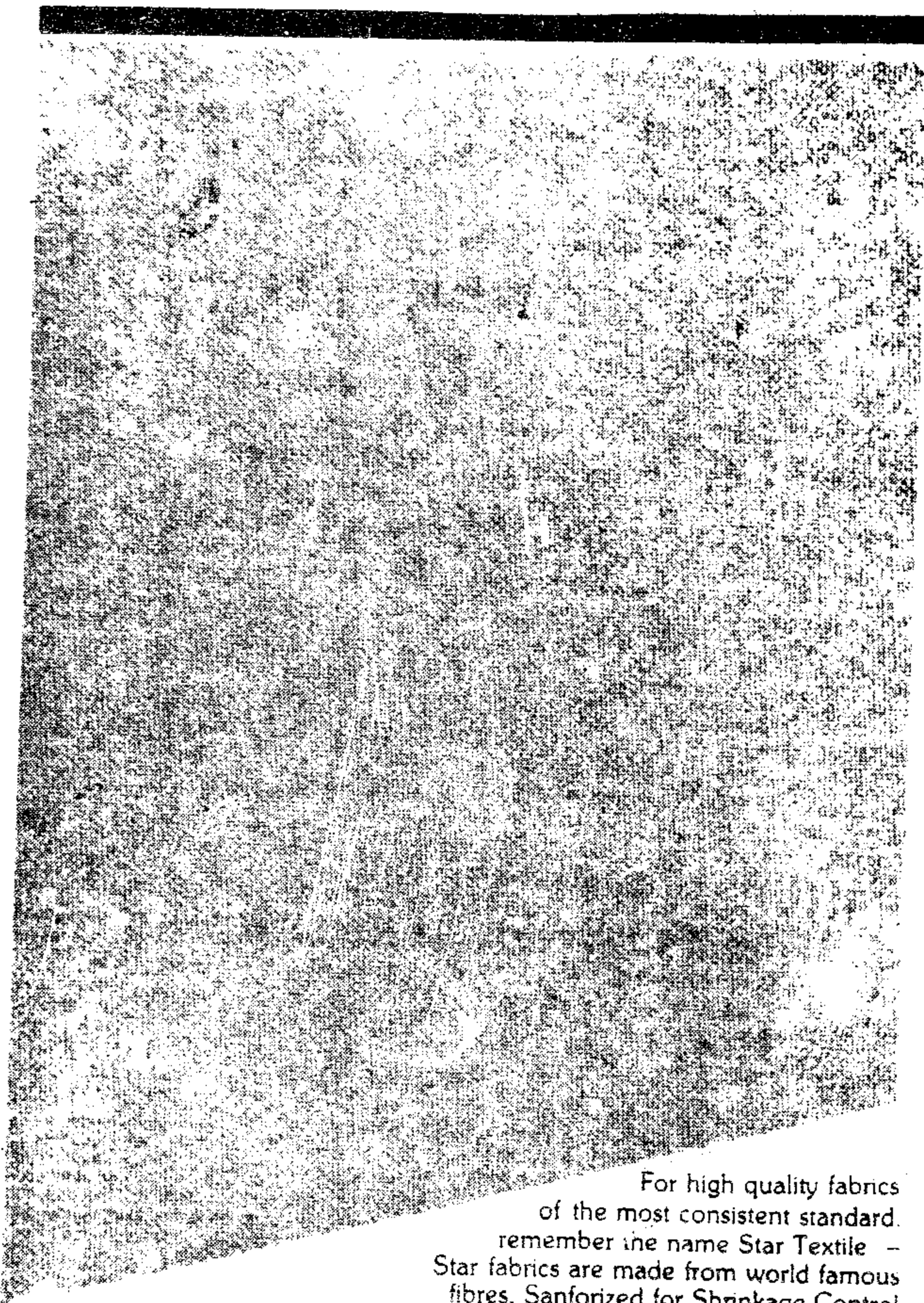
بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اور زمین کو بغیر نمونے کے پیدا فرمانے والا ہے، کیسے ہوگی اس کے اولاد حالانکہ اس کی بیوی نہیں ہے؟ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام توحید کے داعی تھے۔ انہوں نے صاف بتا دیا تھا کہ مشرک کی بخشش نہیں ہے ان کے ماننے والوں نے (جو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کے بارے میں غلط عقیدہ رکھتے ہیں جو ان کی تعلیم کے خلاف ہے) ان لوگوں نے ان کے دین کو بدل دیا، توحید کی جگہ شرک کے داعی ہو گئے اور ان کے بارے میں یہ عقیدہ تجویز کر لیا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کروا کر ان کے ماننے والوں کے گناہوں کا کفارہ کر دیا۔ ان لوگوں نے ان کو خدا کا بیٹا مانا اور ان کو معبود مانا اور ان کے قتل کا عقیدہ تجویز کیا۔ پھر یہ عقیدہ تجویز کیا کہ ان کا قتل ہمارے لیے کفارہ بن گیا (العیاذ باللہ) یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے تو تھے لیکن قتل نہ کر سکے۔ قرآن مجید میں واضح طور پر فرما دیا۔

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ۔

ترجمہ: "یقیناً انہوں نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔"

نصاریٰ نے جو خود ساختہ عقیدے تجویز کیے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے بہت دور ہیں جو سراپا گمراہی

(بقیہ صفحہ ۶۲ پر)

WE'VE DEVELOPED FABRICS WITH SUCH LASTING QUALITY AND STYLE THAT THERES ONLY ONE WORD FOR IT
Star
For high quality fabrics of the most consistent standard. remember the name Star Textile – Star fabrics are made from world famous fibres. Sanforized for Shrinkage Control.
For the most comfortable and attractive shirting and shalwar qameez suits, look for the colour of your choice in Star's magnificent Shangrilla. Robin. Senator fabrics.
To make sure you get the genuine Star quality, check for the Star name printed on the selvedge along every alternate metre.

Star PRODUCT
REGISTERED USER
SANFORIZED
... THE ESSENCE OF STYLE AND TOTAL COMFORT!
Star Textile Mills Limited Karachi
P.O. BOX NO. 4400 Karachi 74000

مچھروں سے مکمل نجات حاصل کیجئے
ویپ
ماسکیٹو میٹ
Vape mat
FUMAKILLA
FUMAKILLA
Vape mat f
ELECTRONIC
MOSQUITO
DESTROYER

عبد القیوم حقانی

تعارف و تبصرہ کتب

چراغ محمدؐ مرتبہ: حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ۔ صفحات ۶۲۴ قیمت ۳۰۰
ناشر دارالارشاد مدنی روڈ اٹک شہر، پنجاب

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، ایک شخصیت ہی نہیں، ایک تحریک، ایک تاریخ ایک عہد اور فکری اور علمی لحاظ سے ایک دبستانِ فکر کا نام ہے وہ جتنے عظیم انسان تھے قدرت نے ان سے علوم نبوت فروغِ تعلیم و تدریس، آزادی ملت، اتحاد امت اور ملی قیادت کا جتنا کام لیا اسی طرح ان کا حلقۂ تلمذ و اثر جس قدر وسیع اور عظیم تھا ان کی خدمات جس قدر کثیر اور بے پناہ تھیں اسی تناسب سے ان کی جامع سوانح ان کے متوسلین، تلامذہ بالخصوص علماء دیوبند کے ذمہ ایک قرض اور فرض تھا جو حضرتؒ کے سانحہ ارتحال کے بعد ابھی تک باقی چلا آ رہا تھا۔

لاریب! حضرت مدنیؒ کی زندگی اور سوانح و افکار پر متعدد کتابیں لکھی گئیں، خصوصی نمبر نکالے گئے سیمینارز ہوئے ان کے علوم و معارف مدون اور مرتب ہوئے مگر بایں ہمہ ایک جامع اور ہمہ پہلو حاوی سوانح کی تشنگی محسوس کی جا رہی تھی اللہ کریم جزائے خیر عطا فرمادے بقیۃ السلف حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم کو جنہوں نے چراغ محمد کے نام حضرت مدنی کی جامع سوانح اور کامل تذکرہ لکھ کر ایک فرض کفایہ ادا کر دیا جس پر پوری امت کی طرف سے وہ ہدیہ تبریک اور شکریہ کے مستحق ہیں واجرھم علی اللہ۔

سیرت و سوانح اور تاریخ و تحقیق میں اعتدال، دیانت اور انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے شرط اول ہے حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم (جو درسِ قرآن اور رحمت کائنات جیسی کتابوں کے مصنف ہیں) کی علمی و دینی اور روحانی شخصیت بذاتِ خود اس کی ضمانت ہے کتاب کے اہم مباحث۔

برصغیر میں انگریزوں کی آمد و مظالم، دینی اقدار کے مٹانے کی مساعی جنگِ آزادی میں علماء کا کردار اور حضرت مدنیؒ کی مجددانہ حیثیت پر سیر حاصل بحث ہے ص۴۲ سے حضرت مدنیؒ کا سلسلہ نسب، سلسلہ تحصیل علم، دارالعلوم دیوبند کے نصاب تعلیم کی جامعیت حضرت مدنیؒ کی ہجرت مدینہ اور وہاں کے مشاغل شیخ الہند کے جہاد آزادی کے مساعی کی اجمالی جھلک اسارت مالٹا اور اسیران مالٹا کا تعارف رہائی تحریک خلافت اور دینی و ملی خدمات، سلہٹ میں قیام اور کام دارالعلوم دیوبند میں صدارت تدریس، شجرہ طریقت، تبلیغ و ارشاد

درس و تدریس جمعیت العلماء میں شرکت اور سرگرمیاں، گرفتاریاں، مسلم لیگ میں شرکت و انقطاع ڈابھیل کی داستان، ابتلاء و مقام رضا، آخری سفر پنجاب کی عبرت انگیز داستان مرض وفات تلامذہ نامور تلامذہ، خلفاء ـــــ پاکستان میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق سرفہرست ہیں جن کے بارے میں مؤلف رقمطراز ہیں کہ "آپ حضرت مدنیؒ کا عکس جمیل تھے"

حصہ دوم میں خانقاہی اور روحانی نظام، اوراد و ظائف، تفردات کشف و کرامات خدمت خلق پسندیدہ اشعار، تحریک مدح صحابہ، حضرت مدنی اور اقبال اس نوعیت کے سینکڑوں عنوانات، کتاب کا نام چراغ محمد حضرت کے تاریخی نام سے ماخوذ ہے۔

عمدہ ترین کاغذ، مضبوط جلد بندی اور شاندار طباعت، علمی و دینی تاریخی تحقیقی حلقوں بالخصوص مدارس عربیہ کے اساتذہ اور طلبہ کے لیے ایک نادر علمی تحفہ ـــــــــــ

(بقیہ صفحہ ۲۹ سے)

ان اقتباسات سے جناب اقبال کی علماء کرام سے وابستگی۔ عقیدت اور استفادہ کا ثبوت ملتا ہے۔ کلام اقبال میں ملا۔ پیر حرم اور صوفی پر جو تنقید ملتی ہے اس کا ہدف ہرگز علمائے کرام نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ جنہوں نے قرآن کے نظریہ حرکت و عمل پر عمل کرنے کے بجائے گوشہ نشینی اختیار کرنے میں عافیت سمجھی چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

در و صد فتنہ را خود کشودی	دو گامے رفتی و از پا فتادی
برہمن از بتاں طاق خود آراست	تو قرآن را سر طاق نہادی

قرآن سے عدم استفادہ کی شکایت سنیئے۔

بہ بند صوفی و ملا اسیری	حیات از حکمت قرآن نگیری
بآیاتش ترا کارے جز ایں نیست	کہ از یٰسین او آساں بمیری

قرآن کا پڑھنا سننا اور گھروں کو اس سے آباد رکھنا کار ثواب اور باعث برکت ضرور ہے لیکن جب تک اسوۂ حسنہ کی روشنی قرآن کو سمجھ کر اس پر عمل نہیں کیا جائے گا زندگی میں کسی تبدیلی کی امید بیکار ہے۔

(بقیہ صفحہ سے)

ہیں یہ سب عقیدے انہوں نے خود سے تجویز کیے ہیں کلا و حاشا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان عقیدوں کی ہرگز تعلیم نہیں دی، انہوں نے تو توحید کی دعوت دی اور جب تک اس دنیا میں رہے اسی دعوت پر قائم رہے

(باقی آئندہ)